علمی بہار

علّامہ نصیر الدّین نصیر ہونزائی

عِلمی بہار

یکے از تصنیفہا

علامہ نصیر الدین نصیر ہونزائی
لسان القوم
حکیم القلم

شائع کردہ
خانۂ حکمت۔ ادارۂ عارف
۳۔ اے، نور ویلا۔ ۲۶۹۔ گارڈن ویسٹ کراچی ۳۔ پاکستان

خزینۂ خزائن کیا ہے؟

اس سوال کا جواب صرف ایک ہی ہے، مگر مثالیں الگ الگ ہیں، جیسے: خزینۂ خزائن ایک زندہ کتاب ہے ($\frac{۸}{۲۹}$) وہ لوحِ محفوظ ہے ($\frac{۳۶}{۱۲}$) وہی امامِ مبین ہے ($\frac{۳۶}{۱۲}$) وہ حظیرۃ القدس ہے، وہ بہشت ہے، وہ مرتبۂ عقل ہے، وہ مقامِ ازل و ابد ہے، وہ منزلِ فنا ہے، وہ معراجِ عقلانی ہے، وہ عرشِ اعلیٰ ہے، وہ کرسئ خدا ہے، وہ اللہ کا نورانی گھر ہے، وہ نفسِ واحدہ ہے، وہ آدمِ زمان ہے، وغیرہ۔

میں علم کا یہ صندوقچہ جس میں حکمت کی کلیدیں ہیں، جناب انور راجپاری اور ان کی نیک بخت فیملی کی خدمت میں پیش کرتا ہوں، انشاء اللہ یہ قیمتی تحفہ ان کے حق میں مفید ثابت ہوگا، آمین!!

ن۔ن۔ (حُبِّ علی) ہونزائی ؒ

کراچی۔ ۲۴/۲/۹۴

7th April 1994

My dear spiritual child,

I have received your letter of 20th March, and I am very sad to learn about the passing away of your wife Aisha Begum.

I give my most affectionate paternal maternal loving blessings for the soul of the late Aisha Begum, and I pray that her soul may rest in eternal peace.

I send you and all the members of your family my most affectionate loving blessings for courage and fortitude to face this great loss. Certainly Aisha Begum's support to you during her lifetime must have been remarkable.

Yours affectionately,

Agakhan.

Allamah Nasir al-Din Nasir Hunzai,
C/o Council for Pakistan,
Karachi.

ISW LS Institute for Spiritual Wisdom and Luminous Science
Knowledge for a united humanity

فہرستِ عنواناتِ علمی بہار

شمار	عنوان	صفحہ
۱	پیش لفظ	۷
۲	رُوحانی بہار	۱۴
۳	شبِ قدر اور ایک وفات	۱۶
۴	درسِ مکرّر ۱	۲۴
۵	〃 〃 ۲	۲۶
۶	〃 〃 ۳	۲۸
۷	〃 〃 ۴	۳۰
۸	〃 〃 ۵	۳۲
۹	〃 〃 ۶	۳۴
۱۰	〃 〃 ۷	۳۸
۱۱	〃 〃 ۸	۴۲
۱۲	〃 〃 ۹	۴۶
۱۳	〃 〃 ۱۰	۵۰
۱۴	〃 〃 ۱۱	۵۴

شمار	عنوان	صفحہ
١٥	تاویلی سوالات	٦١
١٦	امامِ مبین کا علمی معجزہ	٦٨
١٧	گورخیز تھا یا جنّ ؟	٧٠
١٨	جدید طریقِ انتساب ۴۱ - ۷۴	٧٢
١٩	ادارۂ عارف امریکہ کے عملداران	٧٨

پیش لفظ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ۔ یہ قرآنِ عظیم کی آیۂ مبارکہ مفتاح بھی ہے، خداوندِ سبّوح و قدّوس کا اسمِ اکبر بھی، یہ اسس اوّل الاوّلین کے رحمت آگین اسماء بھی ہیں، اور مہر و محبّت والے کلماتِ عالیہ بھی، اس لانہایت بابرکت آیت کے چار کلمے یہ ہیں: بسم، اللہ، الرحمٰن، الرحیم، اس کے ۱۹ حروف یہ ہیں: ب، س، م، ا، ل، ل، ہ، ا، ل، ر، ح، م، ن، ا، ل، ر، ح، ی، م، دو کھڑے زبر اس عدد میں شامل نہیں، تسمیہ کے ۹ پارے ہیں، اس طرح: بسم، ا، للہ، ا، لر، حمن، ا، لر، حیم، اس کے اساسی حروف دس ہیں: ب، س، م، ا، ل، ہ، ر، ح، ن، ی، ان میں سے پانچ غیر مکرّر ہیں، وہ یہ ہیں: ب، س، ہ، ن، ی، اور پانچ حروف مکرّر ہیں: م، ا، ل، ر، ح، اس کی تاویلی حکمت کتابِ وجہِ دین گفتار یا کلام ۱۴ میں دیکھ لیں۔

اسلام میں عملی اور علمی دو قِسم کی عبادات ہیں، اور دونوں ضروری ہیں، تاہم کسی شک کے بغیر علمی عبادت افضل ہے، اور اس نکتے میں دانشمندوں کو کوئی اعتراض نہیں ہو سکتا، کیونکہ قرآنِ حکیم شروع سے لے کر آخر تک نہ صرف جہالت و نادانی کی مذمت اور علم و حکمت کی تعریف کر رہا

ہے، بلکہ اس کے ساتھ ساتھ اہلِ یقین کے لئے فعلاً عقل و دانش کی روشنی بھی پھیلا رہا ہے، پس اس سے یہ حقیقت روشن ہوئی کہ علمی عبادت کی بہت بڑی فضیلت ہے۔

اے کاش! ہم عاجز بندوں سے خداوندِ قدوس کے عظیم احسانات کا شکر ادا ہو سکتا، جیسا کہ اس کا حق ہے، کاش! ہم عاشقانہ و عارفانہ گریہ وزاری اور مناجات کر سکتے، اور اپنی خودی کو مٹاتے ہوئے سجدۂ عشق سے دیر دیر تک سر نہ اٹھاتے، تاآنکہ دل وجان میں جانِ جان کی کوئی تجلّی ہو، تجلّی کیسی؟ کس چیز کی؟ توفیق کی، تائید کی، نورانی ہدایت کی، علم وحکمت کی، امید ویقین کی، اور دیدارِ اقدس کی۔

عزیز بھائیو، بہنو، اور دوستو! یہ ایک اور چھوٹی سی کتاب "درسِ مکرر" کے نام سے آپ کے سامنے ہے، امامِ برحق علیہ السّلام کی نورانی ہدایات کی برکت سے ان چھوٹی چھوٹی کتابوں میں جو علم وحکمت کے خزائن ہیں، وہ بازار سے ملنے والی بڑی بڑی کتابوں میں نہیں ہیں، لیکن یہ لازوال دولت ہماری ناچیز کوشش کی وجہ سے نہیں، بلکہ اس کا اصل سبب ولیٔ امر کا باطنی پروگرام ہے۔

عالمِ شخصی کی برکتیں:

ہمارے بکھرے ہوئے تفکّرات و تصوّرات کی یکجائی و مرکزیت اس امر میں ہے کہ ہم عالمِ شخصی کے قائل ہو جائیں، کیونکہ اس کے سوا حصولِ علم ومعرفت ممکن ہی نہیں، آپ حضرتِ مولا علی صلوٰۃ اللہ علیہ کے اس ارشادِ گرامی میں خوب

غور کر کے بتائیں کہ آیا گنجِ معرفت اور کنزِ مخفی انسان کی ذات یا رُوح سے باہر کہیں مل سکتا ہے؟ مولا کا وہ مبارک ارشاد یہ ہے:

من عرف نفسہ فقد عرف ربّہ: جس نے اپنی ذات (رُوح) کو پہچان لیا، یقیناً اس نے اپنے رب کو پہچان لیا۔ ہر چند کہ اس فرمانِ اقدس کے پُر حکمت الفاظ صرف چھ ہیں، لیکن عُقلاء و عرفاء کے نزدیک اس کی تفسیر و توضیح چھ ہزار صفحات پر محیط ہو سکتی ہے، کیونکہ اگرچہ عارف روحانی سفر بوسیلۂ نور برق رفتاری سے ہو سکتا ہے، تاہم اصل مسافت پچاس ہزار برس کی ہے۔ اس بابرکت ارشاد میں "نَفْسَہٗ" سے کیا مُراد ہے؟ اپنی جان، اپنی رُوح، اپنی ذات، اپنی انائے عُلوی، جانِ جان، یعنی جانان، جو اپنی حقیقت اور مونور یا لٹی ہے، یہی حقیقتِ واحدہ ہے، یہی رُوحِ اعظم، اور یہی نفسِ کُل، اور یہ دعوت اسی کی ہے۔

یابن آدم اطعنی اجعلك مثلی حیًّا........ اے ابنِ آدم! میری فرمانبرداری کر، تاکہ میں تجھ کو مجھ ایسا زندۂ جاوید بناؤں گا کہ تو کبھی نہ مرے اور ایسا معزز کہ تو کبھی ذلیل نہ ہو جائے اور ایسا غنی کہ تو کبھی مفلس نہ ہو جائے (زاد المسافرین، ص ۱۸۳، اور المجالس المؤیّدیّۃ، المائدۃ الاولیٰ، ص ۵۵)۔

دوستانِ عزیز! یہ نورانی خطاب فرداً فرداً آپ ہی سے ہے، کیونکہ آپ ہی آدمِ زمان صلوٰۃ اللہ علیہ وسلامہٗ کی نورانی اولاد ہیں، اور اسی آدم کا رشتہ تازہ بتازہ نو بنو ہے، آپ نے قرآنِ پاک میں دیکھا اور سوچا ہوگا کہ ہر عصری قیامت میں اگلا رُوحانی رشتہ ختم ہو جاتا ہے، اور نیا رشتہ شروع ہو جاتا

ہے (۲۳/۱۰۱ ، ۳۶/۵۱) یہ بہت بڑا رازِ اسرارِ قیامت میں سے ہے۔

حدیثِ قدسی:

کُنْتُ کَنْزًا کا سب سے بڑا خزانہ بھی عالمِ شخصی ہی میں مخفی ہے، جس وقت کسی عارف کی رُوحانی اور عقلانی تخلیق مکمل ہو جاتی ہے، اسی وقت وہ پاک خزانہ (جس میں سب کچھ ہے) عارف کو بحیثیتِ انائے علوی مِل جاتا ہے، یہ ہوا معرفت اور انعامِ معرفت کی غرض سے فرداً فرداً عُرفاء کو خلق کرنا، یعنی ایک ایک کرکے عارفوں کو پیدا کرنا، کیونکہ جب لوگ جسماً یک وقت پیدا نہیں ہوتے تو روحاً و عقلاً بھی دفعۃً پیدا نہیں ہوتے، اور نہ ہی خدا کے حضور سب ایک ساتھ جا سکتے ہیں (۶/۹۴) آپ اس حدیثِ قدسی میں دوبارہ غور کریں کہ خلق کا ذکر ہے، خلائق کا نہیں، مگر یہ بات الگ ہے کہ ایک میں بحدِّ قوت سب ہوتے ہیں۔

جب آپ عالمِ خیال میں طوفانی روشنیوں کو دیکھنے لگتے ہیں تو یہ آپ کا روحانی جنم نہیں ہے، روحانی جنم اس وقت ہے، جبکہ آپ عزرائیلی عمل سے فارغ ہو جاتے ہیں، اور آپ کے حواسِ باطن کام کرنے لگتے ہیں، اور عقلی جنم کافی وقت کے بعد بڑی بلندی پر ہوتا ہے..... جو کاملین کی جائے پیدائش ہے، جہاں حضرت عیسیٰؑ پیدا ہوئے تھے، جہاں کا مشرق و مغرب ایک ہی ہے۔

عالمِ شخصی اور نورِ عقل :

یہ قانون خوب یاد رہے کہ عالمِ شخصی تین چھوٹے چھوٹے ادوار میں مکمل ہوجاتا ہے، سب سے پہلے شخصِ کامل کی جسمانی پیدائش اور جسمانی دَور ہے، اس کے بعد روحانی جنم اور روحانی دَور چلتا ہے، اور آخر میں عقلی جنم کے بعد عقلی دَور کا آغاز ہوجاتا ہے، چونکہ اللہ تعالیٰ نے عقل کو تمام مخلوقات پر کرامت و فضیلت بخشی ہے، اس اعتبار سے حقیقی زندگی عقل ہی سے شروع ہوجاتی ہے، اور اس مقام کے بارے میں ایک اصطلاح ہے: "موجود بحق" یعنی حقیقی معنوں میں پیدا شدہ، کیونکہ اس سے پیشتر عالمِ شخصی پر کلمۂ کُنْ (ہوجا) کا اطلاق نہیں ہوسکتا ہے، چنانچہ حضرت امام محمد الباقر علیہ السّلام سے روایت کی گئی ہے:۔

لمّا خلق اللّٰہ العقل استنطقہ ثمّ قال لہٗ: أقبل فأقبل ثمّ قال لہ: أدبر فأدبر ثمّ قال لہٗ: وعزّتی وجلالی ما خلقت خلقاً ھو أحبّ الیّ منک ولا أکملتک إلاّ فی من أحبّ، أمّا إنّی إیّاک آمر، وإیّاک أنھی وإیّاک أعاقب، وإیّاک أثیب: جب اللہ تعالیٰ نے عقل کو پیدا کیا تو اسے بولنے (اور احساس و ادراک) کی قوّت بخشی اور فرمایا: آگے آ تو وہ آگے آئی، پھر اسے فرمایا: پیچھے جا تو وہ پیچھے گئی، پس اس سے فرمایا: میری عزّت و بزرگی کی قسم! میں نے کوئی ایسی مخلوق پیدا نہیں کی ہے جو مجھے تجھ سے زیادہ محبوب ہو، اور نہ میں نے سوائے محبوب کے کسی اور میں تجھے مکمل کیا، لیکن میرے امر و نہی اور ثواب و عقاب کا تعلق تجھ ہی سے ہوگا۔

یہ عالمِ دین بھی ہے اور عالمِ شخصی بھی، مگر اس کا مطلب یہ ہرگز نہیں کہ اس سے قبل سب کچھ نہ تھا، اور یہ عقلِ کائنات و موجودات کی ابتدائی چیز تھی، ایسا ہرگز نہیں، کیونکہ اللہ جلّ جلالہٗ اپنی ذات و صفات میں قدیم ہے، اس لئے اس کی سنّت بھی قدیم ہے، جس میں کبھی کوئی تبدیلی نہیں ہوئی، اور نہ کبھی ہوگی، اور ہر روز اس کی ایک نئی شان مخلوق کی نسبت سے ہوتی ہے، جس کے لئے ہمیشہ ہمیشہ مخلوق کا ہونا لازمی ہے۔

کائنات اور اہلِ معرفت:

سورۂ ذاریات کے اس ارشاد میں غور کریں: وَفِي الْاَرْضِ اٰيٰتٌ لِّلْمُوْقِنِيْنَ۔ وَفِيْٓ اَنْفُسِكُمْ ۭ اَفَلَا تُبْصِرُوْنَ (۵۱: ۲۰-۲۱) اور زمین میں اہلِ یقین (اہلِ معرفت) کے لئے بہت سی نشانیاں ہیں، اور خود تمہارے نفوس میں بھی ہیں، کیا تم نہیں دیکھتے ہو؟

اَلْاَرْض یہ زمین، کائنات، نفسِ کُل، اساس، ان میں جو بے شمار نشانیاں ہیں، وہ سب کی سب عالمِ شخصی میں بھی ہیں، تاکہ مومنین و مومنات کے لئے ان کی ذات ہی میں ہر گونہ اسبابِ معرفت مہیا رہیں، مثلاً زمین پر اجتماعی ہدایت کے لئے اللہ کی دو بہت بڑی نشانیاں قرآن اور امامِ زمان موجود ہیں، اور عالمِ شخصی میں بھی انفرادی ہدایت کے واسطے ان کو حاضر رہنا ہی ہے، لیکن ظاہراً قرآن ایک کتاب اور امام ایک شخصیت ہے، اس لئے یہ دونوں الگ الگ ہیں، اور روحانیت میں وہ بھی نور ہے،

اور یہ بھی نور، پس نورٌ علیٰ نورٌ کے قانون کے مطابق دونوں کی وحدت کا ایک ہی نور ہے۔

عہدِ اَلَستُ کا تجدّد:

اگر آپ اس بات پر کامل یقین رکھتے ہیں کہ آدم سراندیپی سے قبل بھی لاتعداد آدموں کے ادوار گذر چکے ہیں تو پھر عہدِ اَلَستُ کیونکر ایک دفعہ کا روحانی واقعہ ہو سکتا ہے؟ اگر کوئی شخص ایک ہی آدم کا نظریہ رکھتا ہو تو پھر بھی یہ حقیقت اپنی جگہ پر قائم و روشن ہے کہ ہر نبی، ہر ولی (امام) ہر باب، ہر حجت وغیرہ کے عالمِ شخصی میں اَلَستُ بِرَبِّکُمۡ ؕ کیا میں تمہارا ربّ نہیں ہوں؟ (۷:۱۷۲) فرمایا جاتا ہے، چونکہ یہ ایک ہی نوعیت کا واقعہ ہے جو مختلف زمانوں میں دہرایا جاتا ہے، اس لئے ہم کہہ سکتے ہیں کہ عہدِ اَلَستُ کا تجدّد ہوتا رہتا ہے، کیونکہ یہ اسرار بنی آدم سے متعلق ہیں، اور بنی آدم حقیقی معنوں میں کاملین ہیں، جو تمام زمانوں میں ہوتے ہیں۔ الحمد للہ ربّ العٰلمین۔

ن۔ن۔ (حُبِّ علی) ہونزائی
کراچی
جمعرات ۳۰۔ ذیقعدہ ۱۴۱۴ھ / ۱۲۔ مئی ۱۹۹۴ء

رُوحانی بہار

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ۔ وَاللّٰہُ الَّذِیْٓ اَرْسَلَ الرِّیٰحَ فَتُثِیْرُ سَحَابًا فَسُقْنٰہُ اِلٰی بَلَدٍ مَّیِّتٍ فَاَحْیَیْنَا بِہِ الْاَرْضَ بَعْدَ مَوْتِہَا ط کَذٰلِکَ النُّشُوْرُ ۔ اور خدا ہی وہ (قادر وتوانا) ہے جو ہواؤں کو بھیجتا ہے تو ہوائیں بادلوں کو اڑا لئے اڑائے پھرتی ہیں، پھر ہم اُس بادل کو مردہ (افتادہ) شہر کی طرف ہنکا دیتے ہیں، پھر ہم اس کے ذریعہ سے زمین کو اس کے مرجانے کے بعد زندہ کر دیتے ہیں، یوں ہی (مُردوں کو قیامت میں) جی اٹھنا ہوگا (۳۵/۹)

اس آیۂ کریمہ کا ظاہری پہلو آپ کے سامنے ہے، لیکن باطنی پہلو جس میں گہری حکمت موجود ہے، وہ پوشیدہ ہے، وہ یوں کہ جس طرح مادّی بہار کے لئے ذرائع ہیں، جیسے، سورج، ہوا، بادل، بارش وغیرہ، ایسے ہی روحانی بہار کے واسطے بھی وسائل ہیں، وہ نور، رُوح الایمان، غمِ عشق، اور گریہ وزاری ہے، جس سے عالمِ شخصی کا مرا ہوا شہر زندہ ہو جاتا ہے، یعنی جب حقیقی مومن میں عقیدۂ نور سورج کی طرح کام کرنے لگتا ہے، ایمانی روح ہواؤں کی طرح حرکت میں آتی ہے، غمِ عشق کے بادل چھائے ہوئے ہوتے ہیں، اور شوقِ دیدار کی گریہ وزاری کی عادت ہوتی ہے تو اس وقت

روحانی بہار کی آمد آمد ہوتی ہے۔

اس کتاب کا نام درسِ مقرر رکھا گیا تھا، تاہم ہمارے عزیز و محترم صدر فتح علی حبیب کسی اور پرکشش نام کو چاہتے تھے، لہٰذا مذکورہ آیۂ پاک سے استخراج کر کے اس کا دوسرا نام "علمی بہار" مقرر کرتے ہیں، جس کی وجہ مخفی نہیں جناب صدر فتح علی حبیب، ان کی رفیقۂ حیات گل شکر ایڈوائزر، اور ان کے پیارے بچوں کی سعادت مندی پر ارواح و ملائکہ رشک کرتے ہوں گے، کیونکہ ان کے بابرکت گھر میں جس طرح حقیقی علم کی خدمت کیجاتی ہے، اس کی کوئی مثال نہیں ملتی، پُرسوز قلبی دُعا ہے کہ تمام علمی دوستوں اور جملہ مومنوں کو خداوندِ عالم دونوں جہان کی کامیابی اور سربلندی سے نوازے! آمین!

ن۔ن۔ (حُبِّ علی) ہونزائی

کراچی

ہفتہ ۲۔ ذوالحجہ ۱۴۱۴ھ / ۱۴ مئی ۱۹۹۴ء

شبِ قدر اور ایک وفات

۱۔ شبِ قدر کی تنزیلی و تاویلی دہری اہمیت و فضیلت ہے، کیونکہ وہ ظاہر میں ماہِ رمضان کی سب سے افضل رات ہے، جو ہزار مہینوں سے زیادہ بہتر ہے، اور باطن میں حجتِ قائمؑ (علینا منہ السّلام) ہے، جس میں صاحبِ قیامت اور جملہ اسرارِ قیامت پوشیدہ ہیں، چنانچہ جس کو حجّتِ قائمؑ (ع۔م۔س) کی معرفت حاصل ہو جائے، اس کو حضرتِ قائمؑ اور قیامت کی معرفت حاصل ہو جاتی ہے، اور گنجِ اسرارِ مخفی اُسی بندۂ مومن کے نام پر یا ایسے مومنین و مومنات کے نام پر ہو جاتا ہے۔

۲۔ آپ تمام عزیزوں کے لئے از حد ضروری ہے کہ سورۂ قدر (۹۷: ۱۔۵) کو بغور بار بار پڑھیں، اور اس کی تاویل کتابِ "وجہِ دین" میں دیکھیں، خاص کر گفتارِ سی و سوم (۳۳) میں، جس کے آخر میں فرمایا گیا ہے کہ حضرتِ قائمُ القیامت کی شناخت نہیں ہو سکتی ہے، مگر پانچ حدود کے توسط سے، جیسے اساس، امام، باب، حجّت، اور داعی۔

۳۔ خدا کے بارے میں ہمیشہ حسنِ ظن سے کام لینا بہت بڑی دانشمندی ہے، چنانچہ ہم یہ کہیں گے کہ عائشہ بیگم (علّامہ نصیر الدّین کی اہلیہ) پر اللہ تبارک و تعالے کی بہت بڑی رحمت ہوئی کہ عرصۂ دراز تک بیماری کی بندگی،

ریاضت اور آزمائش کے بعد دار الفناء سے دار البقاء کی طرف اٹھالی گئیں، زہے نصیب کہ اس نیک بخت کی وفات یومِ شنبہ ۲۳۔ رمضان المبارک (۱۴۱۴ھ) ۵۔ مارچ (۱۹۹۴ء) کو ہوئی، جبکہ تدفین کے چند گھنٹے بعد آفتابِ عالمتاب لیلۃُ القدر کی مبارک رات کے لئے غروب ہوا، اور یہ بڑا عجیب حُسنِ اتّفاق یا پُرحکمت موت کا پروگرام تھا کہ شبِ قدر کی تاویل ہے، حجّتِ قائم، اور سنیچر کی تاویل ہے، حضرتِ قائم اور اس کا اشارہ یقیناً یہی ہے کہ ان کے گھر میں حجّت اور قائم علیہما السّلام کی شناخت ہے۔

۴۔ محترمہ عائشہ بیگم (مرحومہ) کا پدری نسب اس طرح ہے: عائشہ بیگم بنتِ اسد اللہ بیگ (عُرف بلبل) ابنِ محمّد رضا بیگ فراج ابنِ وزیر اسد اللہ بیگ ابنِ وزیر پُونو، اور مادری شجرہ یہ ہے: عائشہ بیگم بنتِ تائفہ بانو بنتِ ترنگفہ سلطان محمُود ابنِ غلامو ابنِ سلطان بیگ ابنِ خوش بیگ ابنِ جٹوری۔

۵۔ عائشہ بیگم کی پیدائش کا سال ۱۹۲۲ء ہے، تقریباً سات سال کی عمر میں وہ میرے نکاح میں لائی گئی تھیں، اور میں شاید اس وقت بارہ برس کا لڑکا تھا، بڑی عجیب بات ہے کہ ایسی نوعمری میں یہ شادی ہوئی، اس کی وجہ البتہ یہی ہے کہ میرے والدین کسی اچھے خاندان سے اپنی بہو کا انتخاب کرنا چاہتے تھے۔

۶۔ میری رفیقۂ حیات عائشہ بیگم (مرحومہ) ہونزہ کی ان عالی ہمت خواتین میں سے تھیں، جو جذبۂ جان نثاری اور کامل وفاداری سے لوگوں کو ورطۂ حیرت میں ڈالتی ہیں، جبکہ ان کے شوہر عرصۂ دراز تک وطن سے دُور کہیں ہوتے ہیں، ہونزہ میں اس کی کئی مثالیں پائی جاتی ہیں۔

۷۔ میں نے اس واقعہ کو بہت غور سے سُنا ہے، اور میں تصدیق کرتا ہوں کہ عائشہ بیگم کو کبھی کبھی نورانی خواب میں ایک باجلالت وباکرامت بزرگ کا دیدار ہوا کرتا تھا، میری تحقیق کے مطابق وہ نورِ امامت کی ایک تجلّی ہوا کرتی تھی، لیکن میں اس معجزے کی بہت کم تعریف کرتا تھا، تاکہ بیگم غرور کا شکار نہ ہو جائیں، ایک دفعہ کا ذکر ہے جبکہ میں یارقند (چین) میں تھا کہ عائشہ بیگم میرے متعلق لوگوں کی باتوں سے بہت مغموم ہو رہی تھیں، اندران حال انہوں نے خواب میں اپنے بزرگ کو دیکھا، جو فرما رہے تھے: "بیٹی! تم ہرگز غمگین اور مایوس مت ہو جاؤ، میرا بیٹا میرے دامنِ اقدس کے نیچے محفوظ و سلامت ہے، اور وہ آج سے تین مہینے کے بعد آنے والا ہے، تم کسی غریب عورت کو تین روز اپنا کھانا دینا۔" انہوں نے بزرگ کی ہدایت پر عمل کیا، اور یہ پیش گوئی درست ثابت ہوئی۔

۸۔ عائشہ بیگم نے زمانۂ غریبی کو دیکھ لیا تھا، اس لئے جب ہماری مالی حالت کچھ بہتر ہو گئی تو آپ اپنی عادت کے مطابق گاہ و بیگاہ سخاوت کا مظاہرہ کرتی تھیں، یہاں تک کہ بعض دفعہ گھر کے استعمال کی

کوئی ضروری چیز بھی کسی حاجت مند کو دینے سے دریغ نہیں کرتیں۔

۹۔ مرحومہ بڑی حد تک مذہبی ہونے کی وجہ سے جماعت خانہ اور روحانی مجلس کی شیدائی اور امامِ عالیمقام علیہ السّلام کی منظومہ تعریف سُننے کی دلدادہ تھیں، ان کے دل کو جوان سال فرزند (ایثار علی) کی اچانک موت نے مجروح اور بہت نرم بنا دیا تھا، بنابریں ذکر و مناجات کی محفل میں ان کی بہت گریہ وزاری ہوا کرتی تھی، بے شک دلِ مجروح کی مناجات حضرتِ قاضی الحاجات کو پسند آتی ہے، اور ہر مصیبت میں رجوع الی اللہ کی ہی حکمت و مصلحت پوشیدہ ہوتی ہے۔

۱۰۔ اس میں کوئی تعجّب کی بات نہیں کہ ہر نیک عورت اپنے بچّوں سے بہت زیادہ مادرانہ محبت رکھتی ہے، اسی طرح عائشہ بیگم اپنی ہر اولاد کو جانِ عزیز سے بھی زیادہ عزیز رکھتی تھیں، لیکن تعجّب اس چیز میں ہے کہ وہ سیف سلمان خان کو بھی بڑی شدت سے چاہتی تھیں، ان کا سچّے دل سے یہ کہنا تھا کہ آپ بے شک خدا کے دوست ہیں، لہٰذا یہ اسی کی توفیق اور حکمت تھی کہ آپ نے یارقند کی سخت مسافرت اور محبوس زندگی میں دوسری شادی کا سہارا لیا، جس کا میوۂ شیرین آج ہمارے لئے ایثار علی کی جگہ پر سیف سلمان خان ہے، اور ہر وقت ان کا یہی اصرار ہوتا تھا کہ سلمان کو یہاں لائیں، چنانچہ خوش بختی سے گزشتہ سال سلمان مختصر وقت کے لئے پاکستان آیا، اور اس نے اپنی بیمار ماں کی پہلی اور آخری

ملاقات کرلی، اور اُس کو اس ادھوری خوشی سے زیادہ افسوس ہوا۔

۱۱۔ اب میں اجتماعی مفاد سے متعلق کوئی بات کرنا چاہتا ہوں، وہ یہ ہے کہ میں ایسی رسمِ چراغِ روشن کے حامیوں میں سے ہوں، جو سادہ، اور کم خرچ پر مبنی ہو، لیکن سمجھ میں نہیں آتا کہ ساتویں دن کی رسم کا پس منظر کیا ہے، اس لئے میں نے عائشہ بیگم کی وفات کے یومِ ہفتم (ھقلے گُڈ) کے اخراجات کو صدقۂ جاریہ کے طور پر پاک جماعت خانہ میں پیش کیا، اور امید ہے کہ (انشاء اللہ) آئندہ ہوشمند لوگ ایسا ہی عمل کریں گے ہوکھی صاحب نے اس مثالی کام کو بڑی فراخدلی سے سراہا، اور بہت ساری عمدہ دعائیں دیں، یہ مبارک دعائیں دراصل حضرتِ مولا کی تھیں، جو نامدار موکھی کی پاکیزہ زبان سے ادا ہوئیں، الحمد للہ!

۱۲۔ مجھے پہلے ہی سے اندازہ تھا کہ ہونزہ وغیرہ سے بہت سے لوگ فاتحہ خوانی اور اظہارِ ہمدردی کے لئے گاڑیوں پر گلگت آئیں گے، جس کی وجہ سے جماعت یا قوم کے ہزاروں روپے خرچ ہوں گے، اور بالکل ایسا ہی ہوا، حالانکہ میں نے اعلان کیا تھا کہ ہم نے اس رسم کو محدود کرنا ہے، اس لئے دُور سے لوگ نہ آئیں، میں نے علی آباد کے بعض اکابرین سے گزارش کی کہ اگر آپ حضرات گلگت آنے جانے کا ٹوٹل کرایہ کسی جماعتی کام میں خرچ کرتے، اور مجھے صرف ایک چھوٹا سا تعزیت نامہ لکھتے، تو بہت اچھی بات ہوتی ہو میں نے مزید عرض کی کہ آپ جماعت کو آئندہ کے لئے سمجھائیں کہ وہ

بڑی تعداد میں دُور دُور تک فاتحہ خوانی کی غرض سے نہ جایا کریں (ہر قسم کی دُعا اور فاتحہ خوانی کی بہترین جگہ خدا کا گھر ہے) وہ دانا تھے، اس لئے یہ باتیں ان کو پسند آئیں۔

۱۳۔ انہی مجالس میں وقت کے موضوع پر بھی گفتگو ہوئی کہ وقت کیا ہے؟ وقت عمرِ عزیز کے ایک حصّے کا نام ہے، اگر فرد کی زندگی انمول ہے تو قوم کی زندگی اِس سے کہیں زیادہ انمول ہے، لہٰذا اجتماعی زندگی کے قیمتی ٹکڑوں (یعنی اوقات) کو غیر ضروری کاموں میں صرف نہیں کرنا چاہیئے، کیونکہ خرچ شدہ دولت مل سکتی ہے، لیکن صرف شدہ زندگانی واپس نہیں آسکتی۔

۱۴۔ میں نے یہ تجویز بھی پیش کی کہ شمالی علاقہ جات میں ایصالِ ثواب کی یہ رسم بہت اچھی ہے، لیکن یہ کہاں کی ہمدردی ہے کہ غمزدہ خاندان کو ذرا بھی آرام کی اجازت نہیں ہے، صبح سے لے کر شام تک باادب اور ہوشیار بیٹھنا ضروری ہے، کیا یہ ممکن نہیں ہے کہ دن کے تقریباً دو بجے تک لوگ آیا جایا کریں؟ ورنہ غمگین لوگوں کو حسبِ دستور تکلیف ہوتی رہے گی، پھر علم و ترقی اور ڈاکٹروں کے مشوروں کا کیا فائدہ، الغرض بعض روایات میں سوچ سمجھ کر ترمیم کرنے کی سخت ضرورت ہے۔

۱۵۔ اس بندۂ عاجز نے ہونزہ ریجنل کونسل کے صدر جناب ڈاکٹر اسلم صاحب کی خدمت میں ایک بہت اہم مسئلہ پیش کیا تھا، اب میں وہ

دوسرے الفاظ میں عرض کرتا ہوں کہ "مومن آباد" کے نام کا مشورہ میں نے ہی دیا تھا، اور بفضلِ خدا وہ کامیاب ہوگیا، کیونکہ وہ ہمارے بہت ہی عزیزیہ، روحانی بھائی، جو مومن آباد میں رہتے ہیں، بڑے راسخ العقیدۃ مومنین ہیں، لیکن اس کی کیا وجہ ہے کہ ان کے ایمان اور اخلاص کی قدردانی نہیں کی جاتی ہے، کیا وہ اور ہم سب ایک ہی امام علیہ السّلام کی رُوحانی اولاد نہیں ہیں ؛ اگر ہیں تو پھر ان کو "برادری اور برابری" کے حقوق کیوں حاصل نہیں ہیں ؟ میں ان کو مشورہ دیتا ہوں کہ وہ پُر امن طریقے سے نامدار کونسل سے رجوع کریں، شاید اصلاحِ احوال کے لئے وقت لگے گا لیکن مسئلہ ان شاء اللہ حل ہو جائے گا !

۱۶- خداوندِ قدوس کا شکر ہے کہ دعا کی غرض سے آئی ہوئی مہر جماعت کے سامنے علم کا کوئی نہ کوئی مناسب نکتہ بیان کیا، اور مجموعی طور پر الحمدللہ علم و حکمت کی کافی باتیں ہوئیں، اس کے علاوہ بہت سے مومنین و مومنات کی پُر خلوص دعاؤں کی سعادت و برکت بھی حاصل ہوئی، میں آخراً ان تمام افراد مومنین و مومنات کا قلبی گہرائی سے شکریہ ادا کرتا ہوں جنہوں نے عائشہ بیگم کی طویل علالت کے دوران بے مثال خدمات انجام دی ہیں، میں ان سب خواتین و حضرات کے حق میں عاجزانہ دعا کرتا ہوں جنہوں نے اس خدمت، عیادت

اور تعزیت میں حصّہ لیا، کہ ربّ العزّت ان کو دین و دنیا کی لامحدود حسنات سے مالامال فرمائے! آمین!!

ن. ن. (حبِّ علی) ہونزائی
کراچی
جمعرات ۴ شوال ۱۴۱۴ھ / ۱۷ مارچ ۱۹۹۴ء

Institute for Spiritual Wisdom and Luminous Science
Knowledge for a united humanity

درسِ مکرّر

(۱)

۱۔ زمانے کا امامؑ:

سُورۂ بنی اسرائیل کا آٹھواں رکوع اس طرح شروع ہوتا ہے، (ترجمہ) جس دن، ہم ہر زمانے کے لوگوں کو ان کے امام کے توسط سے بلائیں گے تو جن (کے اعمال) کی کتاب ان کے داہنے ہاتھ میں دی جائے گی، وہ اپنی کتاب کو (خوش ہو ہو کر) پڑھیں گے، اور ان پر دھاگے برابر بھی ظلم نہیں ہوگا (۱۷/۷۱) اور جو شخص اس (دنیا) میں اندھا ہو، وہ آخرت میں بھی اندھا ہوگا، اور (نجات کے) رستے سے بہت دُور (۱۷/۷۲)

آپ اگر خوب غور سے دیکھیں تو معلوم ہو جائے گا کہ مذکورہ آیۂ کریمہ (۱۷/۷۱) میں قیامت القیامات کا ذکر نہیں، بلکہ ہر زمانے میں واقع ہونے والی قیامت کا تذکرہ ہے، کیونکہ ہر زمانے کے لئے ایک امام ہوا کرتا ہے، اور اسی کے ساتھ اہلِ زمانہ کی قیامت وابستہ ہے، چنانچہ جب حدودِ دین میں سے کسی کے عالمِ شخصی میں رُوحانی قیامت برپا ہو جاتی ہے، تو وہاں امامِ زمان علیہ السّلام اپنی نورانیت میں موجود ہوتا ہے، اور اسی کے توسط سے ذرّاتِ خلائق کو بُلایا جاتا ہے۔

۲۔ حدودِ دین ہی حواسِ باطن ہیں :

جن لوگوں نے ناطق ، اساس ، اور امامِ زمان علیہم السّلام کو پہچان لیا، ان کو دنیا میں بھی اور آخرت میں بھی چشمِ معرفت حاصل ہوئی ، جیسا کہ اللہ تعالیٰ اپنے اس عظیم احسان کا ذکر فرماتا ہے : (ترجمہ) اور وہی تو ہے جس نے تمہارے کان اور آنکھیں، اور دل (یعنی ناطقؐ، اساسؑ اور امامؑ) بنائے (لیکن) تم کم شکر گزاری کرتے ہو (۲۳/۷۸) یہ مذکورۂ بالا آیۂ کریمہ کی ایک وضاحت ہے۔

۳۔ امام ہی مومن کا قلب ہے :

ربّ العزّت کا ارشاد ہے : وَاعْلَمُوْآ اَنَّ اللّٰهَ يَحُوْلُ بَيْنَ الْمَرْءِ وَقَلْبِهٖ (۸/۲۴) اور جان رکھو کہ خدا آدمی اور اس کے دل کے درمیان حائل ہو جاتا ہے۔ یعنی امام جو آدمی اور آدمیّت کا دل اور مرکز ہے، اس کو خداوندِ تعالیٰ اسرارِ معرفت کے حجاب میں رکھتا ہے، تاکہ امام شناسی سب سے بڑا امتحان ، اور اس کا صلہ سب سے عظیم انعام ہو۔

ن۔ ن۔ (حُبّ علی) ہونزائی

ذوالفقار آباد۔ گلگت

۹۴/۳/۳

درسِ مکرّر

(٢)

١۔ نورِ معرفت کی برق رفتاری :

جس دن یعنی جس زمانے میں مومنین و مومنات کو نورِ علم ۔ نورِ عقل ۔ نورِ معرفت حاصل ہوگا، وہ ان کے لئے برق رفتاری سے علمی و عرفانی کام کرے گا، چنانچہ قرآنِ پاک میں ایک ایسے طویل دن کا بھی اشارہ مل رہا ہے، جس میں صبح کوئی بچہ پیدا ہو جائے تو شام سے پہلے ہی بوڑھا ہو کہ مر جاتا ہے (٧٣/١٧) ایک ایسا دن بھی ہے جو دنیا کی ہزار سالہ مدّت کے برابر ہے (٢٢/٤٧) اور ایک بڑا لمبا دن وہ بھی ہے، جو پچاس ہزار برس کا ہے (٧٠/٤) لیکن مومنین و مومنات کا نور (٥٧/١٢، ٥٧/١٩، ٦٦/٨) اپنے خاص مظاہرۂ رہنمائی میں ان تمام زمانی مسافتوں کو چند ہی سیکنڈوں میں طے کر لیتا ہے۔

٢۔ کائنات اور بہشت و دوزخ کی عمریں :

اگر کوئی پوچھے کہ جنّت اور جہنّم کا وجود کب تک قائم و باقی رہے گا؟ اس کو قرآنِ حکیم (١١: ١٠٧ - ١٠٨) کی روشنی میں یہ جواب دیا جائے گا کہ جب تک آسمانوں اور زمین کا وجود و قیام ہے، اس کا مطلب یہ ہوا کہ جتنی لمبی عمر کائنات کی ہے، اتنی لمبی عمر بہشت و دوزخ کی بھی ہے، اور اگر یہ سوال بھی ہو کہ: کائنات کی

مدتِ عمر کب تک ہوگی؟ اس کا جواب یہ ہے: کہ اللہ تعالیٰ ہر قیامت کے دن کائنات کو لپیٹ کر فنا کر دیتا ہے (۲۱/۱۰۴، ۳۹/۶۷) پھر فوراً ایک جدید کائنات کو پیدا کرتا ہے، اور یہ سلسلۂ لامتناہی ہمیشہ جاری ہے۔

۴۔ گنجِ اسرار، خزینۂ امامِ مبین:

مومنین و مومنات کا نور گنجِ اسرار یا خزینۂ امامِ مبینؑ تک رسا ہو جاتا ہے، جس میں تمام بھید آپس میں ملے ہوئے موجود ہیں، جن کی تفصیل قرآنِ حکیم میں ہے، (۲/۲) یہ حقیقت ہے کہ قرآنی تفصیلات کے بغیر "اَلْکِتٰبُ لَا رَیْبَ فِیْہِ" (۳۲/۲) کی ترجمانی نہیں ہو سکتی، مگر ہر تفصیل خود اسی نور کی روشنی میں ہو سکتی ہے، الغرض اللہ تعالیٰ نے خزینۂ امامِ مبینؑ میں معرفت کے تمام بھیدوں کو محدود کر دیا ہے، جس میں تمام معرفتوں کی نمائندہ معرفت ایک ہی ہے، اور جملہ حقیقتوں کی نمائندہ حقیقت ایک ہی ہے، اس کے یہ معنی ہوئے کہ وہ نورِ واحد جو بیشمار مومنین و مومنات کا ہے، وہی خود اللہ، رسولؐ، اور امامؑ کا نور بھی ہے، اور وہی ایک حقیقت (مونوریالٹی) ہے، الحمد للہ!

ن۔ ن۔ (ح۔ ع۔) ہونزائی
ذوالفقار آباد۔ گلگت

۴/۳/۹۴

درسِ مکرّر

(۳)

۱۔ جوانی اور رُوحانی ترقّی:

قرآنِ حکیم کا ایک خاص اشارہ جو مغزِ حکمت سے مملوُ ہے، یہ ہے کہ مومن کی نوجوانی روحانی ترقی کے لئے سب سے بہترین وقت ہے، کیونکہ عنفوانِ شباب ہی میں نفسِ امّارہ کے خلاف جہاد زبردست نتیجہ خیز اور بے حد مفید ثابت ہو سکتا ہے، چنانچہ اللہ تعالیٰ نے تمام تر انبیاء علیہم السّلام کو ان کی نوجوانی ہی میں نبوّت اور حکمت و علم عطا کر دیا، پھر وہ حضراتِ اخلاقِ حسنہ اور جہادِ اکبر میں اہلِ جہان کے لئے روشن نمونہ ہو گئے، جیسے حضرت یوسف علیہ السّلام (۱۲/۲۲) اور حضرت موسیٰ علیہ السّلام (۲۸/۱۴) کے بارے میں الگ الگ ارشاد ہے، کہ اللہ تبارک و تعالےٰ کی طرف سے انہیں جوانی ہی میں حکمت اور علم عطا ہوا تھا، اور دونوں مقام پہ ہزار گونہ مسرّت و شادمانی سے بھرا ہوا عظیم و عجیب راز درجِ ذیل ہے:۔

۲۔ وَ كَذٰلِكَ نَجْزِي الْمُحْسِنِيْنَ (۱۲/۲۲، ۲۸/۱۴)۔ اور نیکوکاروں کو ہم اسی طرح بدلا دیا کرتے ہیں یعنی پیغمبروں نے جس طرح لوگوں پہ احسان کیا، اس کا بڑا کامیاب طریق کار یہ ہے کہ ان حضرات

نے اوّل اوّل نوجوانی ہی میں نفسانی جہاد کے ذریعے سے نفسِ امّارہ (۱۲/۵۳) کو نفسِ لوّامہ (۷۵/۲) بنایا، اور پھر نفسِ لوّامہ کو نفسِ مطمئنّہ (۸۹/۲۷) یہ ہوا دوسروں پر احسان کرنے سے قبل اپنے آپ پر احسان کرنا، اور اس کے بعد انبیائے کرامؑ نے لوگوں پر حقیقی معنوں میں احسان کیا۔

۳۔ محسنین = احسان کرنیوالے:

مذکورۂ بالا آیۂ کریمہ کی حکمت کے مطابق انبیاء و آئمہ علیہم السّلام کے بعد ان کے نقشِ قدم پہ چلنے والے اہلِ ایمان بھی محسنین (نیکوکار) ہیں، لہٰذا ایسے مومنین و مومنات اللہ تبارک و تعالیٰ کی عنایتِ بے نہایت سے پیغمبرؐ اور امامؑ کے نورِ واحد کو اپناتے ہوئے علم و معرفت کے درجۂ انتہا تک پہنچ جاتے ہیں، الحمدُ للہِ ربِّ العالمین۔

۴۔ کَذٰلِکَ:

ویسے تو قرآنِ پاک کی ہر آیت ایک ازلی و ابدی اور عقلی معجزہ ہے، تاہم یہ بات بھی حق ہے کہ بعض قرآنی معجزات کی طرف خصوصی اشارہ ہوا ہے، ان میں سے ایک خاص معجزہ لفظ "کَذٰلِکَ" ہے۔

نوٹ:۔ "کذالک" قرآنِ پاک میں کہاں کہاں ہے، اس کی نشاندہی کی ایک فہرست محترمہ ماہِ محل (سیکریٹری) بدرُالدّین نے بنادی ہے۔

ن۔ن۔ (حُبِّ علی) ہونزائی

ذوالفقار آباد۔ گلگت۔ ۹۴/۳/۱۰

درسِ مُکرّر

(۴)

۱۔ عزُاب کی تاویلی حکمت:

اگر یہاں یہ کہا جائے کہ لفظِ عزُاب میں غریب کے معنی پوشیدہ ہیں تو شاید آپ کو تعجّب ہوگا، کیونکہ بظاہر دیکھا جائے تو غراب (کوّا) اور غریب (اجنبی) میں نہ کوئی مشابہت و مناسبت ہے، اور نہ ہی کوئی رشتہ، تاہم لفظی، معنوی، اور تاویلی تحقیق کے بعد ہی یہ راز منکشف ہو سکتا ہے کہ غرُاب، غریب اور غروب جیسے الفاظ ایک ہی مادّہ سے ہونے کی سب سے بڑی حکمت کیا ہے۔

۲۔ آپ سورۂ مائدہ (۵: ۲۷ - ۳۱) میں قصّۂ قابیل و ہابیل کو غور سے پڑھ لیں، اور ان کلمات میں زیادہ سوچیں: فَبَعَثَ اللّٰهُ غُرَابًا يَّبْحَثُ فِي الْاَرْضِ۔ معنیٔ اوّل: تو خدا نے ایک کوّے (غرُاب) کو بھیجا کہ وہ زمین کو کریدنے لگا۔ معنیٔ دوم: غَرَبَ (ن) غَرَابَةً وَغُرُبًا وَغَرَابَةً = وطن سے جدا ہونا، پردیسی ہونا، یعنی غریب (اجنبی)، پھر اللہ تعالیٰ نے ایک عجیب و غریب فرشتے کو بھیجا جو عالمِ شخصی کی زمین میں کرید رہا تھا، معنیٔ سوم: پس خداوند تعالیٰ نے ایک غریب (اجنبی = نورِ حضرت قائم) کو بھیجا، اور وہ مرتبۂ عقل پہ زمینِ نفسِ کلّی میں ایک قبر بنانے لگا۔

۳۔ حدیثِ شریف ہے:۔ بَدَأَ الْاِسْلَامُ غَرِیْباً وَّسَیَعُوْدُ کَمَا بَدَأَ غَرِیْباً۔ معنیٔ اوّل: اسلام شروع شروع میں غریب تھا، اور آگے چل کر پھر آغاز کی طرح غریب ہو جائے گا۔ معنیٔ دوم: اسلام ابتداء میں (لوگوں کے لئے) غیر مانوس تھا، اور آخر میں جا کر پھر پہلے کی طرح غیر مانوس ہو جائے گا۔ معنیٔ سوم: ناطق اور اساس اسلامِ مجسّم ہیں، لیکن لوگوں کی نظر میں غریب (اجنبی = غیر مانوس) ہیں۔

۴۔ غریب حضرتِ قائم القیامت (علینا منہ السّلام) کا ایک محقق اسمِ مبارک ہے، کیونکہ وہ عالمِ علوی سے آیا ہوا غریب الوطن، اجنبی اور پردیسی شخص ہے، جس طرح امامؑ کا ایک بابرکت نام یتیم اور حجّت کا ایک نام مسکین ہے، جبکہ یتیم کے معنی ہیں: منفرد اور یگانہ، اور مسکین کے معنی ہیں: تسکین دینے والا۔

ن۔ ن۔ (حُبِّ علی) ہونزائی
رہائش گاہِ کراچی
نوروزِ مبارک دوشنبہ ۸ شوال ۱۴۱۴ھ ۲۱ مارچ ۱۹۹۴ء

درسِ مکرّر
(۵)

۱۔ عالمِ شخصی کی سلطنت:

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشادِ گرامی ہے: یا بنی عبدالمطلب أُطیعونی تکونوا ملوک الارض وحکامها۔ اے اولادِ عبدالمطلب! میری فرمانبرداری کرو، تاکہ تم زمین پر سلاطین اور حکام ہو جاؤ گے۔ اس سے عالمِ شخصی کی رُوحانی سلطنت مُراد ہے۔

۲۔ ناطق کی فرمانبرداری اساس کے وسیلے سے، اور اساس کی فرمانبرداری امامِ زمان کے توسط سے کی جاتی ہے، کیونکہ نورِ ہدایت اور رُوحانی سلطنت کا راستہ یہی ہے۔

۳۔ ملکِ عظیم اور ملکِ کبیر:

آلِ ابراہیمؑ اور آلِ محمدؐ کی روحانی سلطنت کا نام ملکِ عظیم ہے (۴/۵۴) اور اہلِ بہشت کی بادشاہی کا نام ملکِ کبیر (۷۶/۲۰) اور یہ قانون اس لئے ایسا ہے کہ لوگ دنیا میں اپنے وقت کے رُوحانی بادشاہ کو کما حقہٗ پہچانیں، تاکہ اس عظیم الشّان معرفت کے لازوال انعام میں ان کو بہشت کی بادشاہت عطا کی جائے۔

Institute for Spiritual Wisdom and Luminous Science
Knowledge for a united humanity

۴۔ پیراہنِ یوسفی:

حضرت یوسف علیہ السلام کے پیراہن سے جُثّۂ ابداعیہ مراد ہے، میں یہاں کامل اشارے کے طور پر اپنا ایک شعر پیش کرتا ہوں:

یُوسفِ دَوران لَے رُوحُڈ سے کرڈُینڈ بیئَن
ایڈ ڈہ اُیَم مَس ایسل روحی عطر بُٹ اُیَم

زمانے کے یُوسف کے پاس (بہت سے) رُوحانی کرتے ہیں، ان میں خوشبُو کو دیکھ لے، رُوحانی عطر بے حد پسندیدہ ہے۔

۵۔ الغرض جتنے بے شمار لوگ جنّت میں داخل ہو جائیں گے، ان سب کے لئے بہشتی لباس کی کوئی کمی نہیں ہوگی، یعنی ہر فرد کو ایک جُثّۂ ابداعیہ مِلے گا، جس میں رُوحانی سلطنت ہے، کیونکہ ہر آدمی بحدِّ قوت اپنی ذات میں ایک کائناتی سلطنت مخفی رکھتا ہے، یا یوں کہا جائے کہ ہر شخص دراصل صورتِ آدم بلکہ صورتِ رحمان کی رُوحانی اور نورانی کاپی (COPY) ہے، تصویر اور کاپی تو ہر چیز کی ہوا کرتی ہے، چنانچہ قرآنِ حکیم میں ہر چیز کی کاپی کو ظِلّ (جمع، ظِلال ۱۶/۸۱) کہا گیا ہے۔

کراچی
۲۲/۳/۹۴

درسِ مکرّر

(۶)

۱۔ خواب کے عجائب و غرائب:

قرآنِ حکیم (۳۰/۲۳) میں دیکھیں کہ نیند اور خواب آیاتِ قدرت میں سے ہیں، اور قدرت کی نشانیوں میں غور و فکر کرنا ضروری ہے، ورنہ غفلت اور ناشکری کا ارتکاب ہو سکتا ہے، کیونکہ حدیث شریف ہے: رؤیا المؤمن جزء من ستّة وأربعین جزءًا من النبّوۃ۔ مومن کا خواب نبوّت کے ۴۶ (چھیالیس) اجزا میں سے ہے۔ لیکن اس کی شرط یہ ہے کہ مومن کو حقیقی معنوں میں مومن ہونا چاہئے، تاکہ اس کا خواب رُوحانیت اور نورانیت سے معمور ہو سکے۔

۲۔ آپ باور کریں گے کہ رُوحانی ترقّی کی صُورت میں بندۂ مومن کا خیال اور خواب رُوحانیت میں بدل جاتا ہے، کیونکہ حقیقی علم اور ذکر و عبادت کی کثرت کی وجہ سے خواب تمام خامیوں سے پاک ہو کر اصل شکل میں سامنے آتا ہے، اور اصل خواب انبیاء علیہم السّلام کا ہے، کہ وہ رُوحانیت کے عجائب و غرائب سے بھرپور ہوتا ہے۔

۳۔ خواب میں دیدار:

سُننُ الدّارمی، کتابُ الرُّؤیا میں ہے کہ: آنحضرتؐ نے فرمایا: رأیتُ ربّی فی أحسنِ صورۃ = میں نے اپنے ربّ کو ایک حسین ترین صُورت میں دیکھا۔ قال: فیم یختصم الملاء الأعلیٰ؟ فقلت: أنت أعلم یاربّ۔ فرمایا: ملاءِ اعلیٰ کس چیز کے بارے میں باہم بحث کر رہے تھے؟ میں نے عرض کیا: یاربّ! تُو ہی بہتر جانتا ہے۔

۴۔ مرتبۂ نبوّت پر خواب کی روحانیت اور بیداری کی رُوحانیت ایک جیسی ہوتی ہے، جس کا ثبوت حضرت ابراہیم علیہ السّلام کا نورانی خواب ہے کہ آپؑ کو خواب ہی میں اپنے فرزندِ دلبند کی قربانی کا حکم ملا، اور یہ بیداری کی طرح ایک مکمل وحی تھی۔

۵۔ قال رسول اللّٰہ صلّی اللّٰہ علیہ وآلہٖ وسلم: من رآنی فی المنام فقد رأی الحق = رسولِ خُداؐ نے فرمایا: جس نے خواب میں مجھ کو دیکھا، اُس نے یقیناً خدا کو دیکھا (کیونکہ عالمِ وحدت میں خدا، رسولؐ، اور امامؑ کا ایک ہی نُور ہوتا ہے، اور یہ بھی حقیقت ہے کہ پیغمبرؐ اور امامؑ خُدا کے مظہر اور آئینہ ہیں)۔

۶۔ حدیثِ شریف ہے: من رأی ربّہ فی المنام دخل الجنّۃ = جس نے خواب میں اپنے ربّ کا دیدار کیا، وہ بہشت میں داخل ہو جائے گا۔ اس کی تاویل ہمارے نزدیک یہ ہے کہ: دیدارِ الٰہی بلا واسطہ ممکن نہیں،

بالواسطہ ممکن ہے اس لئے مظہرِ نورِ خدا، آئینۂ حق نما اور قائلِ "اَنَا وَجہُ اللہ" کا دیدار گویا خدا کا پاک دیدار ہے۔

۷۔ ایسا نورانی خواب، جس میں دیدارِ الٰہی کی سب سے بڑی سعادت حاصل ہو جاتی ہے، روحانیت ہی ہے، اور وہ ہادئ برحق کی پیروی کا نتیجہ ہے، جیسے مولا علی علیہ السّلام نے ہر سالک کے سامنے دیدار اور معرفت کے لئے ایک اٹل قانون کو رکھا اور وہ یہ ہے: من عرف نفسہ فقد عرف ربّہ۔ جس نے (ہادئ زمان کی ہدایت سے) اپنے آپ کو پہچان لیا، یقیناً اس نے اپنے ربّ کو پہچان لیا۔

۸۔ قال رسولُ اللہ صلی اللہ علیہ (وآلہٖ) وسلّم: الرُّویا ثلاث: فالرّؤیا الحسنۃ بشریٰ من اللہ، وَالرّؤیا تحزین من الشیطان، والرّؤیا ممّا یحدث بہ الانسان نفسہ، فاذا رأی احدکم ما یکرھہ فلا یحدّث بہ ولیقم ولیصل۔ رسولِ خدا صلعم نے فرمایا: خواب تین قسم کا ہوتا ہے، پس اچھا (نورانی) خواب اللہ کی جانب سے خوشخبری ہے، اور جس خواب سے رنج و غم ہو وہ شیطان کی طرف سے ہے، اور ایک خواب خود انسان کے عمل کی وجہ سے ہے، پس تم میں سے کوئی جب بُرا خواب دیکھے تو کسی کو نہ بتلائے، اور اُٹھ کر نماز پڑھے (اور ذکر و بندگی میں مصروف ہو جائے)۔

۹۔ کان یقولُ: لاتقصّوا الرّؤیا اِلّا علیٰ عالم

أوْ ناصح = آنحضرتؐ فرماتے تھے: عالم یا خیر خواہ آدمی کے سوا تم اپنے خواب کا ذکر کسی سے نہ کیا کرو۔ اگر خواب میں تاویلی حکمت پوشیدہ نہ ہوتی تو عالم سے رجوع کرنے کی ضرورت پیش نہ آتی، اور ناصح (خیر خواہ نصیحت کرنے والا) کوئی باہوش انسان ہو سکتا ہے، جو اچھے خواب کے علاوہ بُرے خواب میں بھی علم و حکمت مخفی ہونے کا حُسنِ ظن رکھے۔

نوٹ: اس درس کی تمام احادیث سُنَنِ دارمی، جلد دوم، کتاب الرّؤیا سے لی گئی ہیں۔

ن۔ ن۔ (حُبِّ علی) ہونزائی

کراچی

۳/ ۴/ ۹۴

Institute for Spiritual Wisdom and Luminous Science
Knowledge for a united humanity

درسِ مکرّر

(۷)

۱۔ سرِّ سجُود:

کامل و مکمّل اور عظیمُ الشّان عاشقانہ سجدہ وہ ہے، جس میں اصل کامیابی کا راز مضمر ہوتا ہے، جس کا مقام و مرتبہ محویت و فنائیت ہی میں ہے، ایسے درجے کے سجدے کا ذکر کرتے ہوئے سُورۂ علق کے آخر (۹۶/۱۹) میں فرمایا گیا۔

وَاسْجُدْ وَاقْتَرِبْ = اور سجدے کرتے رہو، اور قرب حاصل کرو۔ یعنی خاصانِ الٰہی کا سجدۂ سینہ سوز ہی قربِ خداوندی کا وسیلہ ہو جاتا ہے، جبکہ آہوں اور آنسوؤں کے ساتھ مناجات کرتے ہوئے پیشانی زمین پر رکھتے ہیں، کیونکہ ہر ایسے سجدے کی کوئی قدر و قیمت ہی نہیں، جو جوزِ بے مغز (بے مغز اخروٹ) کی طرح اندر سے خالی ہو، یعنی جس میں عملی عاجزی و خاکساری کے معنی ہی نہ ہوں۔

۲۔ لفظِ "سجدہ" کی تحلیل:

سَجَدَ (ن) سُجُوداً: عاجزی و خاکساری سے جُھکنا، عبادت میں پیشانی و ناک زمین پر رکھنا، اطاعت و فرمانبرداری کا اظہار کرنا،

صفت : سَاجِدٌ، جمع سُجَّدٌ و سُجُودٌ (سَاجِدِیْن)، مؤنث : سَاجِدَۃٌ، جمع : سَاجِدَاتٌ وَسَوَاجِدُ، مثال : (۱) عَیْنٌ سَاجِدَۃٌ = جُھکی ہوئی آنکھ، مثال : (۲) نَخْلَۃٌ سَاجِدَۃٌ = جُھکا ہوا کھجور کا درخت، اَلسَّجَّادُ = بہت سجدہ کرنے والا، اَلسَّجْدَۃُ = سَجَدَ کا اسم، یعنی سجدۂ معروف، اَلسَّجَّادَۃُ = جائے نماز، مُصلیٰ۔

اَلْمَسْجَدُ وَالْمَسْجِدُ = سجدہ گاہ، عبادت کی جگہ، نیز نماز و عبادت (۲۱ ب) جمع مَسَاجِدُ، جیسے سُورۂ اعراف (۲۹ ب) میں ارشاد ہے : وَاَقِیْمُوْا وُجُوْھَکُمْ عِنْدَ کُلِّ مَسْجِدٍ = معنیٔ عام : اور ہر عبادت میں اپنا رُخ ٹھیک رکھو، معنیٔ خاص : اور ہر عبادت میں اپنا چہرۂ جان جانان (خدا) کی طرف قائم رکھو۔

۳۔ ہر چیز کی نماز، تسبیح اور سجدہ :

اس باب میں قرآنِ کریم کا فرمانا یہ ہے کہ آسمان و زمین کی کوئی مخلوق اور کوئی شے ایسی نہیں، جو اپنے طور سے خدا کے لئے نماز نہ پڑھتی اور تسبیح نہ کرتی ہو، جیسا کہ ارشاد ہے، کُلٌّ قَدْ عَلِمَ صَلَاتَہٗ وَ تَسْبِیْحَہٗ = ہر ایک اپنی نماز اور تسبیح کا طریقہ جانتا ہے (۲۴ : ۴۱) اور اسی طرح ہر شے کی تسبیح خوانی کے بارے میں سُورۂ بنی اسرائیل (۱۷ : ۴۴) میں بھی دیکھ لیں، نیز ہر موجودِ سماوی و ارضی کے سجدہ سے متعلق آیات کے لئے الرّعد (۱۳ : ۱۵) النّحل (۱۶ : ۴۹) اور الحج

(۲۲ : ۱۸) کو دیکھئے۔

۴۔ ایک بڑا اہم سوال :

اس بنیادی گفتگو کے بعد یہاں یہ بہت ہی ضروری سوال سامنے آتا ہے کہ، جب تمام مخلوقات کی نماز، تسبیح اور سجدہ بجا اور درست ہے تو پھر بلا پرستش سب کے لئے فوری نجات اور بہشت کا وعدہ کیوں نہیں فرمایا گیا ہے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ مقصودِ اصلی تنہا عبادت نہیں، بلکہ اس کے ساتھ ساتھ معرفت بھی ضروری ہے، اور معرفت عقل کے بغیر محال ہے، چنانچہ عقلِ جزوی کا عطیۂ الٰہی نہ ملنے کی وجہ سے جمادات، نباتات اور حیوانات علم و معرفت کے اس امتحان سے مستثنا قرار پاتے ہیں، اور یہ میدان صرف اور صرف انسانوں ہی کے لئے رہ جاتا ہے، یا مخصوص ہو جاتا ہے۔

۵۔ جنّ و انس کی عبادت :

جیسا کہ اوپر ذکر ہو چکا کہ کائناتی، کُلّی اور فطری عبادت سے کوئی بھی مخلوق خالی نہیں، اور اس کے ساتھ ساتھ ذوی العقول (جنّ و انس) کے سامنے ایک مخصوص عبادت بھی ہے، جس کو عرفانی عبادت کہنا چاہئے، اور اس کے بارے میں یہ ارشاد ہے: وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِيَعْبُدُوْنِ (وَلِيَعْرِفُوْنِ) (۵۱ : ۵۶) اور میں نے جنّوں اور آدمیوں کو اسی

غرض سے پیدا کیا کہ وہ میری عبادت کریں (اور میری معرفت حاصل کریں)۔

حضرتِ امام حسین بن علی علیہ السّلام کا ارشاد ہے: ان اللّٰہ عزّ و جلّ ما خلق العباد إلّا لیعرفوہ، فاذا عرفوہ عبدوہ، فاذا عبدوہ استغنوا بعبادتہ عن عبادۃ من سواہ = یقیناً اللّٰہ عزّ و جلّ نے اپنے بندوں کو (کسی اور کام کے لئے) پیدا نہیں کیا مگر اس غرض سے کہ وہ اس کو پہچانیں، جب انہوں نے اس کو پہچان لیا تو اس کی عبادت کی، پھر جب انہوں نے اس کی عبادت کی تو وہ اس عبادت کی بدولت ماسوا کی پرستش سے بے نیاز ہو گئے (بحوالۂ المیزان جلد ۱۸ ص ۴۹)

۶۔ ایمان، علم، عشق، اور معرفت:

خداوندِ قدوس نے قرآنِ عزیز میں جابجا اپنے خاص بندوں کا ذکرِ جمیل فرمایا ہے، پس اگر ان کی دیگر خوبیوں کے ساتھ ساتھ سجدۂ عشق کا تذکرہ دیکھنا ہے تو سورۂ بنی اسرائیل (۱۷: ۱۰۷-۱۰۹) اور سورۂ مریم (۱۹: ۵۸) میں دیکھ لیں، قرآنِ حکیم میں انبیاء و اولیاء علیہم السّلام کے عظیم اور اعلیٰ نمونے اس لئے ہیں کہ ہم سب ان کی پیروی کریں، تاکہ منزلِ عشق و فنا نصیب ہو جائے، جس کے سوا کوئی قرار و سکون نہیں، اے دوستانِ عزیز! ایمان، علم، عشق، اور معرفت کو اپنی جان سے زیادہ عزیز رکھنا۔

۹۴/۴/۷

درسِ مکرّر

(۸)

۱۔ درُود کی حکمت:

سُورۂ احزاب کے اس مبارک ارشاد میں جس طرح مومنین پر درود نازل ہونے کا ذکر فرمایا گیا ہے۔ اس میں آپ کو خوب غور و فکر کرنا ہے: (ترجمہ) خُدا وہی تو ہے جو خود تم پر درُود بھیجتا ہے، اور اس کے فرشتے (بھی) تاکہ تم کو (جہالت کی) تاریکیوں سے نکال کر (علم وحکمت کی) روشنی میں لے آئے اور اللہ مومنین پر بڑا مہربان ہے (۳۳/۴۳)۔

پہلی حکمت: اس بابرکت سماوی درود کا مقصد یہ ہے کہ مومنین و مومنات کو باقیماندہ غفلت و نادانی کی تاریکیوں سے نکال کر ذکر و عبادت اور علم و معرفت کے عملی اور حقیقی نور کی طرف لایا جائے، اور یہ مقصد اس وقت پُورا ہو سکتا ہے، جبکہ اہلِ ایمان فعلاً نور کی روشنی میں ہوتے ہیں۔

(۵۷/۱۲، ۵۷/۱۹، ۶۶/۸)

دُوسری حکمت، قانونِ درود (صلاۃ/صلوٰۃ) قانونِ خزائن (۱۵/۲۱) سے الگ نہیں، لہٰذا یہ حقیقت ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے زندہ خزانوں سے مومنین پر درود بھیجتا ہے، اور وہ زندہ خزانے عقلِ کُل، نفسِ کُل، ناطق، اساس اور امامِ زمان ہیں، اور یہی سماوی و ارضی فرشتے بھی ہیں،

ISW Institute for Spiritual Wisdom Luminous Science Knowledge for a united humanity

جو خدا کی صلاۃ کو مومنین تک پہنچا دیتے ہیں۔

تیسری حکمت: صلاۃ (دُرود) کے معنی میں اگرچہ اختلاف ہے، لیکن آیۂ کریمہ کے حکیمانہ اشارے سے پتہ چلتا ہے کہ، اس میں توفیق، ہدایت، تائید، اور علم کے معنی ہیں، کیونکہ غفلت و جہالت کی تاریکیوں سے مومنین کو یہی قوتیں نکال کر نورِ عقل تک پہنچا سکتی ہیں۔

چوتھی حکمت: مومن کی خاص ضرورتیں دو قسم کی ہیں: رُوحانی اور عقلی، پس درود کے معنی میں رُوح کے لئے رحمت اور عقل کے واسطے علم مطلوب ہے، لیکن بہت سے لوگ رحمت کو تو یاد کرتے ہیں، اور علم کو بھول جاتے ہیں۔

پانچویں حکمت: جب جب مومنین و مومنات ربانی حکم (۳۳/۵۶) کے مطابق اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّاٰلِ مُحَمَّدٍ کہا کرتے ہیں تو وہ اس میں یہ دعا کرتے ہیں کہ یا اللہ! (مومنین کے لئے تونے جس دُرود کا ذکر فرمایا ہے وہ) درود محمد و آلِ محمد پر نازل فرما (تاکہ اس وسیلے سے ہمیں حقیقی معنوں میں دُرود نصیب ہو)۔

چھٹی حکمت: دُرود کا مطلب توفیق، ہدایت، تائید اور علم ہے، اس لئے دُرود تمام مدارج پر ضروری ہے، اور سب سے بلند ترین دُرود اس مقام پر ہے جہاں گوہرِ عقل کا صدقہ دیا اور لیا جاتا ہے (۱۰۲/۹) اور وہاں پُرسکون درود کلمۂ امر کی صورت میں مِل جاتا ہے۔

ساتویں حکمت: دین و ایمان کی کوئی چیز شرائط کے بغیر نہیں

مل سکتی، چنانچہ مومنین کے لئے جو صلاۃ (درُود) حاصل ہونے والی ہے، اس کی شرطیں ہیں، ان میں اساسی اور خاص شرط محمدؐ و آلِ محمدؐ کی پیروی ہے، کیونکہ لفظِ صلاۃ میں پیروی کے معنی بھی ہیں۔

آٹھویں حکمت: قوانینِ قرآن میں سے ایک قانون یہ بھی ہے کہ کوئی چیز رحمت و علم کے معنوں کے بغیر نہیں (۷/۴۰) یاد رہے کہ رحمت میں روحانی نعمتیں ہیں اور علم میں عقلانی نعمتیں، پس صلاۃ قرآنِ عظیم کی ایک خاص چیز ہے، اس لئے اس میں ایک خصوصی رحمت اور ایک خصوصی علم ہے۔

نویں حکمت: ہر عظیم شے کی کوئی قابلِ تعریف خصوصیت ہوا کرتی ہے، اور درود کی ایک عظیم الشان خصوصیت یہ ہے کہ اس کے نزول و صعود کا دائرہ لاہُوت، جبروت، مَلکُوت، اور ناسُوت کے درمیان جاری و ساری ہے۔

دسویں حکمت: اللہ کا درود بھیجنا یہ ہے کہ وہ اسے ایک نور بنا دیتا ہے، جس کو لے کر فرشتے آنحضرتؐ پر نازل ہوتے ہیں، حضورِ اکرمؐ نے بحکمِ وَصَلِّ عَلَيْهِمْ (۱۰۳/۹ اور ان پر درُود بھیج دو) اپنی ہدایات و تعلیمات سے اس نور کا رُخ اہلِ ایمان کی طرف کر دیا، جس میں آپؐ کے وصیؑ نے نورِ کامل کو حاصل کر لیا، اور بہت سے مومنین اس کو صرف ایک پُراثر دعا سمجھنے لگے۔

گیارھویں حکمت: جب اللہ اور اس کے فرشتے مومنین پر

درود بھیجتے ہیں تو باور کرنا چاہیئے کہ خدا کا یہ کام رسولؐ اور امامؑ کے توسط سے انجام پاتا ہے، کیونکہ وہ پاک و برتر اگر عالمِ باطن میں فرشتوں سے کام لیتا ہے، تو عالمِ ظاہر میں پیغمبرؐ اور اماموں سے بھی کام لے سکتا ہے، کیونکہ وہ بادشاہِ مطلق ہے، اس لئے وہ صرف اَمر فرماتا ہے۔

نصیرالدین نصیر ہونزائی

کراچی۔ اتوار ۵۔ ذیقعدہ ۱۴۱۴ھ

۱۷، اپریل ۱۹۹۴ء

ISW Ls
Institute for Spiritual Wisdom and Luminous Science
Knowledge for a united humanity

درسِ مکرّر

(۹)

کلماتِ درود:

...قال: قُل: اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ کَمَا صَلَّیْتَ عَلٰی اِبْرَاھِیْمَ وَ اٰلِ اِبْرَاھِیْمَ اِنَّکَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ ط اَللّٰھُمَّ بَارِکْ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ کَمَا بَارَکْتَ عَلٰی اِبْرَاھِیْمَ وَ اٰلِ اِبْرَاھِیْمَ اِنَّکَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ۔

المیزان فی تفسیر القرآن، جلد ۱۶، ص ۳۴۴ پر بہت سے حوالہ جات کے ساتھ درج ہے کہ ایک شخص کے سوال کرنے پر رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے درود کے بارے میں فرمایا، کہو: یا اللہ! درود نازل فرما حضرتِ محمدؐ پر اور حضرتِ محمدؐ کی اولاد پر، جس طرح کہ تو نے درود نازل فرمایا حضرت ابراہیمؑ پر اور حضرتِ ابراہیمؑ کی اولاد پر، بے شک تو تعریف کے لائق اور صاحبِ بزرگی ہے، اے اللہ! برکت نازل فرما حضرت محمدؐ پر اور حضرتِ محمدؐ کی اولاد پر، جس طرح کہ تُو نے برکت نازل فرمائی حضرت ابراہیمؑ پر اور حضرتِ ابراہیمؑ کی اولاد پر، بے شک تو لائقِ تعریف اور صاحبِ بزرگی ہے۔

پہلی حکمت: اللہ تبارک وتعالیٰ نے اپنے محبوب رسول حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو عوالمِ شخصی کے لئے رحمتِ کُل بنا کر بھیجا ہے (۲۱/۱۰۷) اس لئے سب لوگ آپؐ کی شفاعت کے لئے محتاج ہیں، مگر حضورؐ کی ذاتِ عالی صفات لوگوں کی سفارش سے بے نیاز و برتر ہے۔

دُوسری حکمت: آپ اچھی طرح سے سوچ کر جواب دیں کہ آیا ہر مومن اور مومنہ کے عالمِ شخصی میں محمدؐ و آلِ محمدؑ (امامِ زمانؑ) کا نورِ اقدس طلوع ہو چکا ہے؟ اگر آپ کا جواب نفی میں ہے تو اس کا مطلب یہ ہوا کہ صلاۃ کے عمل میں تجدّدِ امثال ہے، اس لئے آپ اپنے عالمِ شخصی کے تناظر میں دُرُود پڑھا کریں تاکہ اس کا ہلال (ماہِ نو) بدرِ منیر ہو جائے۔

تیسری حکمت: کائنات کا تصوّر الگ ہے، عالمِ دین کا تصوّر جدا، اور عالمِ شخصی کا تصوّر الگ ہے، چنانچہ اللہ اور فرشتوں کا دُرُود بھیجنا (۳۳/۵۶) آنحضرتؐ کا درود بھیجنا (۹/۱۰۳) اور مومنین کا درود بھیجنا (۳۳/۵۶) یہ سب کچھ عالمِ شخصی کی رُوحانی اور نورانی ترقی کی خاطر ہے، کیونکہ محمد و آلِ محمد (علیہما السّلام) کا نور اگرچہ ان کی ذات میں ہر طرح سے کامل اور مکمل ہے، لیکن ہر عالمِ شخصی میں ہنوز اس کا عکس مکمل نہیں ہوا، جس کی وجہ لوگوں کی اپنی کوتاہی ہے۔

چوتھی حکمت: درودِ شریف کے مذکورہ الفاظ و کلمات سے یہ حقیقت روشن ہو جاتی ہے کہ خداوندِ عالم نے حضرت ابراہیمؑ اور آلِ ابراہیمؑ پر جیسی پُر نور و حکمت آگین صلاۃ نازل فرمائی تھی، ویسی ہی صلاۃ حضرت

محمدؐ و آلِ محمدؐ کے حق میں بھی ضروری ہے، اور ایسی مشترکہ صلاۃ (درود) کی تفسیر و توضیح کے لئے قرآنِ پاک میں دیکھنا ہوگا۔

پانچویں حکمت: مذکورۂ بالا مشترکہ درود کی تفسیر و تشریح اس آیۂ مبارکہ میں ہے، فَقَدْ اٰتَيْنَآ اٰلَ اِبْرٰهِيْمَ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَ اٰتَيْنٰهُمْ مُّلْكًا عَظِيْمًا (۴/۵۴) ہم نے ابراہیم کی اولاد کو کتاب اور حکمت عطا فرمائی ہے، اور ان کو بہت بڑی سلطنت بھی دی۔ یہی عنایاتِ الٰہی آئمۂ آلِ محمدؐ کو بھی حاصل ہیں، پس کسی شک کے بغیر یہ آیۂ کریمہ درود شریف کی تفسیر ہے۔

چھٹی حکمت: اللہ تعالیٰ نہ صرف کائنات ہی کو لپیٹتا اور پھیلاتا رہتا ہے، بلکہ یہی اس کی سنّت (عادت) اور حکمت ہے کہ وہ جلّ جلالہٗ ہر چیز کو ایسا کرتا ہے، چنانچہ قرآنِ حکیم میں جتنے چوٹی کے الفاظ ہیں، ان میں سے ہر ایک میں علم و حکمت کی ایک دنیا لپیٹی ہوئی ہے، اور صلاۃ (درود) سب سے اعلیٰ لفظوں میں سے ہے، کیونکہ خدائے بزرگ و برتر کے بارے میں ہے: يُصَلِّیْ (۳۳/۵۶) یعنی خدا صلوات کا نور بناتا ہے۔

ساتویں حکمت: جو لوگ آئمۂ اہلِ بیت علیہم السّلام کی معرفت رکھتے ہیں، ان کے لئے درود کے معنی و مطلب کو سمجھنا البتہ مشکل نہیں ہے، کیونکہ امامِ وقتؑ جو آلِ محمدؐ اور امامِ مبین (۳۶/۱۲) ہیں، ان کی روحانیت و نورانیت میں تمام چیزوں کو گھیر لینے کا تجدّدِ امثال جاری و ساری ہے، کوئی بندۂ مومن عالمِ شخصی میں جا کر دیکھے تو معلوم ہو جائے گا کہ نورِ منزل (۴/۱۷۴، ۵/۱۵)

پر خدا کے نورِ مطلق سے مسلسل نورانی بارش برستی رہتی ہے، جس طرح چاند پر لگاتار سُورج کی کرنوں کی بارش برستی رہتی ہے، اور دُرود کی باطنی اور کائناتی تفسیر بس یہی ہے، اسی میں ساری حقیقتیں اور معرفتیں جمع ہیں، اور کوئی عمدہ لفظ یا کوئی اعلیٰ معنی اس مثال سے باہر نہیں۔ اَلحمدُ للّٰہِ ربِّ العالمین۔

ن۔ن۔ (حُبِّ علی) ہونزائی
کراچی
منگل ۷، ذیقعدہ ۱۴۱۴ھ / ۱۹۔ اپریل ۱۹۹۴ء

ISW LS
Institute for Spiritual Wisdom and Luminous Science
Knowledge for a united humanity

درسِ مُکرّر

(۱۰)

آدم یا آدموں کا قصّہ ؟ :

یعنی یہ قِصّہ جو قرآنِ عزیز میں ہے، آیا وہ تنہا ایک ہی آدم سے متعلق ہے ؟ یا یہ بطریقِ حکمت بہت سے آدموں کا قصّہ ہے ؟ اس کا تسلّی بخش جواب حقیقی علم کے ذخائر میں موجود ہے، اور قرآنِ حکیم تو خزینۃ الخزائن ہے، اسی کے بحرِ محیط سے علم کی نہریں جاری ہیں۔

سیّدنا جعفر بنؒ منصور الیمن کے اس ارشاد میں خوب غور کر کے ایک بہت ہی مفید منطقی نتیجہ اخذ کیا جا سکتا ہے : وانّ آدم فی نفس الحقیقۃ بشرح التّأویل انّما کان أحد مستجیبی امام الزّمان، متحمل الذّکر، وکان مجتھد أشد ید الاجتھاد......

ترجمہ : اس میں کوئی شک نہیں کہ آدم درحقیقت تاویل کی روشنی میں امامِ زمانؑ کے مستجیبین میں سے ایک مستجیب تھا، جو ذکر کا حامل (یعنی اسمِ اعظم دیا گیا) تھا، اور وہ ذکر و عبادت وغیرہ میں بڑا سخت مجاہدہ کرتا تھا.....

آدمِ سراندیبی کا خاص نام تھا تخوم بن بحلاح بن قوامہ بن ورقۃ الزویلدی، کہتے ہیں کہ " آدم " دراصل نام نہیں، بلکہ لقب ہے، جس کا اطلاق اپنے دَور

میں ہر ناطق پیدا اور اپنے زمانے میں ہر امام پہ ہوتا ہے، پس حضرتِ تخوم علیہ السلام جو ناطقِ اوّل اور اس دورِ کبیر کے آدم نخستین تھے، اُن کے عالمِ شخصی میں قانونِ تجدّد کے مطابق ایک نئی کامل و مکمّل اور ہمہ رس و ہمہ گیر کائنات وجود میں آنے والی تھی، جس کی خلافت ونیابت کے بارے میں اللہ تعالےٰ نے فرشتوں سے فرمایا:

اِنِّیْ جَاعِلٌ فِی الْاَرْضِ خَلِیْفَۃً ؕ (۲/۳۰)

"میں ایک خلیفہ زمین میں مقرّر کرنے والا ہوں۔"

اب یہاں ایک بہت بڑا مسئلہ سامنے آتا ہے کہ یہ فرشتے کون سے ہیں؟ ذاتی ہیں؟ یا کائناتی؟ عالمِ ذرّ میں ہیں؟ یا عالمِ ابداع میں؟ بحدِّ قوّت ہیں؟ یا بحدِّ فعل؟ سماوی ہیں؟ یا ارضی؟ نیز یہ سوال بھی ہے کہ فرشتوں نے جو کچھ کہا، وہ زبانِ قال سے ہے؟ یا زبانِ حال سے؟ سب نے کہا؟ یا بعض نے؟۔

الجواب: تجدّدِ امثال ایک پُرحکمت اصطلاح اور ایک کلیدی قانون ہے، جس کی روشنی میں بہت سے حقائق و معارف کا انکشاف ہو سکتا ہے، چنانچہ خالقِ اکبر ہر آدم کے لئے اس کے عالمِ شخصی میں کائنات کی تجدید کرتا ہے، اور خدا کا یہ کام کُلَّ یَوْمٍ هُوَ فِیْ شَاْنٍ (وہ ہر روز ایک (نئی) شان میں ہے ۵۵/۲۹) کی ایک عملی تفسیر ہے، پوری آیت کا مفہوم اس طرح سے ہے: جتنے لوگ آسمانوں اور زمین میں ہیں، سب اس کے انتہائی عظیم انعامات کے لئے درخواست کرتے ہیں، اور اللہ

تبارک وتعالےٰ جب چاہے ان کو کائناتوں کی خلافت وسلطنت سے نوازتا ہے، اسی طرح ہر روز (یعنی ہر دَور میں) اس کی ایک نئی شان ہوتی رہتی ہے۔

الغرض شروع شروع میں جن بجدِّ قوّت فرشتوں نے بحکمِ خدا آدمؑ کو سجدہ کیا، وہ عالمِ ذرّ کے جملہ ذرّات تھے، جن میں ہر مخلوق کی نمائندگی تھی، ظاہر ہے کہ ذرّات کا سجدہ انسانی سجدے سے قطعاً مختلف ہے، وہ یہ کہ ذرّاتی فرشتے آدم کے جسم وجان میں گر گئے، تاکہ ذاتی قیامت برپا کریں، یہ فرشتے جو ابتدأً شیر خوار بچوں ہی کی طرح علم وحکمت سے ناواقف تھے، وہ بعد میں حضرت آدمؑ کے علم الاسماء کی برکتوں سے رفتہ رفتہ کامل فرشتے ہوگئے، اور انہوں نے آگے چل کر لوٹے عقل کے ذریعے سے بھی آدمؑ کے لئے سجدۂ فرمانبرداری بجالایا۔

قرآنِ عظیم کا ایک بڑا اہم قانون یہ بھی ہے کہ جس چیز کو زبانِ قال نہ دی گئی ہو، اس کی زبانِ حال کی شنوائی ہو جائے، یعنی نظامِ رحمت اس کی ترجمانی اور نمائندگی کرے، چنانچہ خلافتِ آدمؑ کے اعلان پر ذرّاتی فرشتوں نے زبانِ قال سے کچھ نہیں کہا تھا، لیکن جس طرح ان کے امکانی جذبات اور زبانِ حال کی ترجمانی کی گئی ہے، اس میں عظیم حکمتیں بھی ہیں، اور آزمائشیں بھی۔

اسی زبانِ حال میں یہ ذکر بھی ہے کہ آدم زمین پر فساد اور خونریزی کریگا، اس کا ظاہری مطلب تفاسیر وغیرہ میں موجود ہے، مزید برآں اس میں یہ حکمت بھی ہے کہ فرشتوں نے گویا دُنیا میں شروع سے لے کر آخر تک نظامِ

خلافت وامامت کو قائم و برجا دیکھا، اور اسی کو جملہ احوالِ جہان کا ذمّہ دار ٹھہرایا، اور اس میں حکمت کا یہ پہلو بھی ہے کہ بعض حدودِ دین کے عوالمِ شخصی میں رُوحانی انقلاب برپا ہوگا اور شکوک و شبہات کا خون بہایا جائے گا، نیز زمینِ دعوت میں بھی فساد برائے تعمیر ہوتا رہے گا۔

فرشتوں نے زبانِ حال سے یہ بھی کہا: وَنَحْنُ نُسَبِّحُ بِحَمْدِكَ وَنُقَدِّسُ لَكَ (۳۰/۲) تاویلی مفہوم: اور ہم زبانِ حال سے مقامِ عقل پر بالواسطہ تیری تسبیح کرتے ہیں، اور مرتبۂ امر پر بلاواسطہ تیری تقدیس۔ کیونکہ اشارۂ گوہرِ عقل اور کلمۂ امر میں ہر چیز کا تصوّرِ مجرّدِ محض موجود ہے، چونکہ عقل (حمد) اللہ تبارک و تعالےٰ کا اسمِ سُبّوح اور اَمر اسمِ قدُّوس ہے، لہٰذا ان دونوں بزرگ ناموں میں کل چیزوں کی زبانِ حال سے اللہ کی تسبیح و تقدیس ہوتی رہتی ہے (۱۴/۱۴) الحمدُ للہ!

ن۔ن۔ (حُبِّ علی) ہونزائی

کراچی

اتوار ۱۲۔ ذیقعدہ ۱۴۱۴ھ / ۲۴۔ اپریل ۱۹۹۴ء

درسِ مکرّر

(۱۱)

زلزلۂ روحانی بہت بڑا معجزہ:

پیغمبرِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا ارشادِ گرامی ہے کہ: جو شخص مر جائے اس کی قیامت برپا ہو جاتی ہے (من مات فقد قامت قیامتہ) اور یقیناً آپ اس حقیقت سے آگاہ ہیں، کہ پُرحکمت موت وہ ہے جو جسمانی زندگی ہی میں بے شمار عجائب و غرائب کے ساتھ سامنے آتی ہے، اس سے یہ مطلب ظاہر اور روشن ہوا کہ قرآنِ حکیم میں جگہ جگہ جس قیامت کا ذکر آیا ہے، وہ دراصل ذاتی اور انفرادی قیامت ہے، جس میں بحالتِ عالمِ ذرّ اوّلین و آخرین سب موجود ہیں۔

زلزلۂ قیامت سے متعلق قرآنی اور رُوحانی معلومات کے لئے آپ عزیزان سب سے پہلے اس ربّانی تعلیم میں واجبی طور پر غور کریں، آیۂ مقدسہ کا ترجمہ یہ ہے: کیا تم یہ خیال کرتے ہو کہ (روحانیت کی) بہشت میں پہنچ ہی جاؤ گے، حالانکہ ابھی تک تمہیں اگلے زمانہ والوں کی سی حالت نہیں پیش آئی؟ انہیں طرح طرح کی سختیوں اور مصیبتوں نے گھیر لیا تھا (وَزُلْزِلُوْا) اور زلزلے میں اسقدر جھنجوڑے گئے کہ آخر پیغمبر اور ایمان والے جو ان کے ساتھ تھے کہنے

لگے ، خدا کی مدد کب آتی ہے ؟ خدا کی مدد یقیناً بہت قریب ہے (۲: ۲۱۴) ۔

مذکورہ آیۂ کریمہ میں جس جنّت کا ذکر فرمایا گیا ہے ، وہ روحانیت بھی ہے اور مستقل بہشت بھی ، جس میں داخل ہو جانے کی بہت سی شرطیں ہیں ، ان شرائط کا خلاصہ یہاں علی الترتیب باساء (سختی) ضرّاء (مصیبت) اور زلزلہ میں بیان ہوا ہے ، تاہم سب سے آخری چیز زلزلہ ہے ، اور یہ ایک ایسا سرِّ عظیم اور بہت بڑا معجزہ ہے کہ خاصانِ الٰہی کے سوا اس سے کوئی شخص واقف نہیں ہو سکتا ، کیونکہ وہ بوسیلۂ دستِ قدرت تطہیر کا عمل ہے ، اس آیۂ شریفہ کے آخر میں نصرُ اللّٰہ (خدا کی مدد) کا بھی ذکر ہے ، جس سے فرشتۂ خیال مُراد ہے ، لیکن یہ قانون یاد رہے کہ خیال تنہا نہیں ہوتا ، بلکہ دُوسرے فرشتے بھی ساتھ ہوا کرتے ہیں ۔

دُوسرا متعلّقہ ارشادِ مبارک سُورۂ حج کے شروع ($\frac{۲۲}{۲-۱}$) میں ہے ، جس کا ایک ترجمہ یہ ہے : لوگو ! اپنے ربّ کے غضب سے بچو ، حقیقت یہ ہے کہ قیامت کا زلزلہ بڑی (ہولناک) چیز ہے ، جس روز تم اسے دیکھو گے ، حال یہ ہو گا کہ ہر دُودھ پلانے والی اپنے دُودھ پیتے بچّے سے غافل ہو جائے گی ، ہر حاملہ کا حمل گر جائے گا ، اور لوگ تم کو مدہوش نظر آئیں گے ، حالانکہ وہ نشے میں نہ ہوں گے ، بلکہ اللّٰہ کا عذاب ہی کچھ ایسا سخت ہو گا (۲۲: ۱-۲) ۔

ہر عالمِ شخصی کلیات میں سے ایک کُلّ ہوا کرتا ہے ، جس میں تمام مثالیں اور ممثولات موجود ہیں ، وہ ان جُملہ مثالوں کے سلسلے میں ایک ایسی

انتہائی عجیب و غریب عورت یا مجموعۂ خواتین بھی ہے، جسکے نہ صرف بہت سے شیر خوار اطفال ہی ہیں، بلکہ ساتھ ہی ساتھ اس کے بطن (باطن) میں بے حساب روحوں کا حمل بھی ہے، لیکن جب شخصی قیامت کی بہت بڑی سختی کا عالم ہوتا ہے تو اس وقت وہ اپنے دُودھ پیتے بچوں سے غافل ہو جاتی ہے، اور اس کا حمل جو بے شمار روحوں پر مشتمل تھا، وہ گر جاتا ہے، یعنی عزرائیلی عمل سے عالمِ شخصی کی ساری رُوحیں نکالی جاتی ہیں۔

ایسی رُوحانی اور عرفانی قیامت کے مقابلے میں دیکھا جائے تو لوگ اپنے اپنے خیالات و نظریات میں مست ہیں، یعنی ان کو قطعاً معلوم ہی نہیں کہ عالمِ شخصی میں کیا ہو رہا ہے، جس طرح کوئی شرابی جب شراب پی کر مست و لایعقل ہو جاتا ہے، تو اس کی عقل زائل ہو جاتی ہے، اور وہ دین و دنیا سے بے خبر ہو جاتا ہے، لیکن حقیقت میں یہ کوئی اچھی مستی نہیں، بلکہ عذابِ الٰہی کی شدّت ہے، یعنی عقلی عذاب ہی کا نشہ ہے۔

زلزلۂ رُوحانی کا تیسرا تذکرہ سُورۂ احزاب کے رکوعِ دوم (۳۳: ۹-۱۱) میں ہے، جہاں رُوحانی جنگ کی مثال میں قیامت کے تجدّد کا بیان ہوا ہے، بیحد مسرت و شادمانی اور بہت بہت زیادہ شکر گزاری کی بات ہے کہ اگرچہ کاملین کی روحانی قیامت ایک جانب سے ذاتی ہے تاہم دوسری جانب سے کائناتی ہے، جس میں سب سے پہلے تمام مومنین و مومنات کی نمائندگی ہوتی ہے، اور پھر درجہ بدرجہ سب کی، پس آپ اس اصولِ گوہرین کو ہمیشہ کے لئے یاد رکھیں، "ہر عالمِ شخصی کُلّیات میں سے ایک کُلّ ہوا کرتا ہے جس

میں تمام مثالیں اور ممثولات موجود ہیں"۔

قرآنِ حکیم کے ظاہر میں تاریخِ اسلام کے واقعات کا تذکرہ ضرور ہے، لیکن اس کے باطنی اور تاویلی پہلو کا تعلق تمام زمانوں سے ہے، چنانچہ محوّلۂ بالا تینوں آیاتِ کریمہ کی تنزیل میں جنگِ خندق کے بعض حالات بیان ہوئے ہیں، اور تاویل میں اس نعمتِ عظمیٰ کا ذکر فرمایا گیا ہے، کہ عالمِ شخصی کے روحانی جہاد میں جنگِ خندق کی مثال بھی موجود ہے، چنانچہ اس واقعہ میں روحانی پہلو ہونے کا ایک ثبوت یہ ہے:

وَبَلَغَتِ الْقُلُوْبُ الْحَنَاجِرَ = اور (تمہارے) قلوب گلوں سے چڑھنے لگے (۳۳/۱۰) یعنی یہ قصہ منزلِ عزرائیلی سے متعلق ہے، جہاں روحانی جنگ بھی ہے، اور قبضِ رُوح کا عمل بھی، کیونکہ یہاں قلوب سے جانیں یا رُوحیں مُراد ہیں، هُنَالِكَ ابْتُلِيَ الْمُؤْمِنُوْنَ وَزُلْزِلُوْا زِلْزَالًا شَدِيْدًا = یہاں پر مومنوں کا امتحان لیا گیا تھا، اور بڑی شدت سے ہلائے گئے (۳۳/۱۱)۔

زلزلۂ روحانی کا چوتھا اور آخری تذکرہ سورۂ زلزال (۹۹/۱-۸) میں ہے، جس میں بہت سے تاویلی اسرار مخفی ہیں، پہلے اس کا ایک مستند ترجمہ پیش کیا جاتا ہے، اور اس کے بعد تاویلی حکمت کے لئے سعی کی جاتی ہے:۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ جب زمین اپنی پوری شدت کے ساتھ ہلا ڈالی جائے گی، اور زمین اپنے اندر کے سارے بوجھ نکال کر باہر ڈال دے گی، اور انسان کہے گا کہ اس کو کیا ہو رہا ہے؟ اس روز وہ اپنے (اوپر گزرے

ہوئے) حالات بیان کرے گی، کیونکہ تیرے ربّ نے اسے (ایسا کرنے کا) حکم دیا ہوگا۔ اُس روز لوگ متفرق حالت میں پلٹیں گے، تاکہ ان کے اعمال ان کو دکھائے جائیں، پھر جس نے ذرّہ برابر نیکی کی ہوگی وہ اس کو دیکھ لے گا۔ اور جس نے ذرّہ برابر بدی کی ہوگی، وہ اس کو دیکھ لے گا،

تاویلی حکمت: جس طرح قبلاً آیاتِ قرآنی کی روشنی میں ہر بار یہ حقیقت نکھر کر سامنے آئی کہ زلزلۂ قیامت کا تعلق صرف اور صرف مومنینِ کاملین کے عالمِ شخصی ہی سے ہے، پھر کسی شک کے بغیر مذکورہ زمین اور اس کا شدید روحانی زلزلہ عالمِ شخصی ہی میں ہے، کیونکہ مومنِ سالک جس پر قیامت گزر رہی ہو، انسانی بدن رکھتا ہے، جو بے شمار خلیات (CELLS) کا مجموعہ ہے، جن میں بے حد و بے حساب رُوحیں اس طرح سے ہیں کہ گویا بہت سی رُوحیں مُردہ ہیں، بہت سی ارواح نیم مُردہ، بہت سی جانیں خوابیدہ ہیں، بہت سی نیم خوابیدہ، اور بہت سے نفوس بیدار مگر غافل ہیں، لہٰذا قانونِ قیامت کی رُو سے یہ امر نہایت ضروری ہوا کہ عالمِ شخصی کی تمام رُوحوں کو بڑی سختی کے ساتھ ہلا ہلا کر جگا دیا جائے، اور پُرحکمت تحلیلی حرکت سے کثافتوں کو دُور کر کے ان کو پاک و پاکیزہ اور لطیف بنایا جائے۔

عالمِ شخصی کی زمین میں جو بارہائے گران (اثقال واحد ثقل) پوشیدہ ہیں، وہ دنیا بھر کی نمائندہ روحوں کے ذرّات ہی ہیں، ان کو ہر ایسی قیامت میں جو ذاتی بھی ہے، اور کائناتی بھی، اسرافیلی اور عزرائیلی طاقت سے

ہِلا ہِلا کر باہر نکالنا ہے، اور اس عظیم عمل میں بہت سے اسرارِ خفی موجود ہیں۔

جب مومنِ سالک پر یہ عجیب و غریب واقعہ گزرنے لگے گا تو ضرور اس میں تعجب سے یہ سوال پیدا ہوگا کہ یہ کیا ہو رہا ہے؟ یہ پیغمبرانہ وحی کی بات ہرگز نہیں، لیکن پروردگارِ عالم سالک کے دل کی زمین کو اولیائی اور عرفانی وحی کرے گا، جس سے وہ اپنے حالات یعنی خودشناسی اور خداشناسی کے اسرار بیان کرے گی، اور اللہ تعالٰے کا وعدہ بھی ہے کہ وہ مہربان قیامت کے دن فرمانبردار لوگوں سے کلام کرے گا، اور ان کو اپنی نظرِ عنایت یعنی دیدارِ پاک سے سرفراز فرمائے گا، جس کی برکت سے وہ پاک و پاکیزہ ہو جائیں گے (۲/۱۷۴، ۳/۷۷)۔

اُس روز ادیان و مذاہبِ عالم کے سب لوگ عالمِ شخصی کے قبرستانوں سے الگ الگ نکلیں گے، تاکہ اپنے انفرادی اور اجتماعی اعمال کو دیکھیں، پھر جس نے ذرّہ برابر نیکی کی ہوگی، وہ اس کو کثیر زندہ ذرّات کی صورت میں دیکھے گا، اور جس نے ذرّہ برابر بدی کی ہوگی، وہ اس کو اسی مقدار میں دیکھے گا۔

اگرچہ زلزلہ کا تذکرہ بظاہر چار مقام پر ہے، لیکن قرآنِ حکیم کی معنوی گہرائی میں ایسی موضوعاتی جامعیت ہے کہ اس کی روشنی میں ہر مضمون تمام قرآن میں پھیلا ہوا نظر آتا ہے، مثال کے طور پر تضرّع، گریہ وزاری، مناجات، توبہ، آسمانی محبّت، عشق، وغیرہ میں بھی زلزلہ پا کپکپی ہے، آپ

قرآنی علاج کے آخر میں "کیپیسی سے علاج" کے مضمون کو بھی پڑھیں، تاکہ زلزلۂ روحانی کے بارے میں زیادہ سے زیادہ مفید معلومات حاصل ہو سکیں، اور آپ تمام عزیزان انتہائی عاجزی سے مناجات کریں کہ حضرتِ ربّ العزّت تمام عوالمِ شخصی کو نورِ علم سے منوّر کر دے! آمین!!

ن۔ ن۔ (حُبِّ علی) ہونزائی
کراچی
جمعرات ۲۳۔ ذیقعدہ ۱۴۱۴ھ/ ۵ مئی ۱۹۹۴ء

ISW LS
Institute for Spiritual Wisdom and Luminous Science
Knowledge for a united humanity

تاویلی سوالات

س ۱ : سُورۂ ھُمَزَۃ (۱۰۴/۱-۹) میں جس کثیر مال کا ذکر آیا ہے، وہ کیا ہے؟ اور آخر میں جن لمبے لمبے ستونوں کا تذکرہ فرمایا گیا ہے، وہ کیا ہیں؟

ج : ایسے شخص کا مال کثیر غیر مفید علم ہے، اور عَمَدٍ مُّمَدَّدَۃٍ (لمبے لمبے ستون) رُوحانیت کی سیڑھیاں ہیں، کہ اُن میں اکثر لوگ عقلی طور پر قید ہیں، اور یہ ستون وہ ہیں جن پر اللہ تعالیٰ نے سماواتِ روحانی و عقلانی کو بلند کیا ہے (۱۳/۲)۔

س ۲ : قرآنِ حکیم میں سیڑھیوں کا ذکر الگ ہے، اور ستونوں کا بیان الگ، پھر دو جُدا جُدا چیزیں کس طرح ایک ہو سکتی ہیں؟ ج : روحانیت کی چیزیں ایک ہیں، ہرچند کہ ان کی مثالیں الگ الگ بیان کی گئی ہیں، چنانچہ ربُّ العرش کے پاس جانے کا وسیلہ واحد ہادیٔ زمان صلوات اللہ علیہ کی پیروی ہی ہے، جس کی بہت سی مثالیں ہیں، جیسے صراطِ مستقیم پر چلنا، خدا کی رسّی کو مضبوطی سے پکڑنا، آسمانی سیڑھی پر چڑھنا، پُلِ صراط سے گزر جانا وغیرہ۔

س ۳ : سُورۂ رعد کی دُوسری آیۂ کریمہ کے ان کلمات کا اصل ترجمہ کیا ہو سکتا

ہے؟ اَللّٰهُ الَّذِیْ رَفَعَ السَّمٰوٰتِ بِغَیْرِ عَمَدٍ تَرَوْنَهَا (۲/۱۳)

ج : اس کا اصل ترجمہ اس طرح ہے : اللہ وہی تو ہے جس نے آسمانوں کو غیر مرئی ستونوں پر بلند کیا۔ یعنی آسمانِ ظاہر کے ستون ہیں لیکن تم انہیں دیکھ نہیں سکتے، پھر کیسے ممکن ہے کہ آسمانِ باطن کے ستونوں کو دیکھ سکو۔

س ۴ : ترجمۂ آیۂ کریمہ : (اے رسولؐ) کیا تم نے ان لوگوں (کے حال) پر نظر نہیں کی جو موت کے ڈر کے مارے اپنے گھروں سے نکل بھاگے اور وہ ہزاروں آدمی تھے تو خدا نے ان سے فرمایا کہ سب کے سب مر جاؤ (اور وہ مر گئے) پھر خدا نے انہیں زندہ کیا، بے شک خدا لوگوں پر بڑا مہربان ہے، مگر اکثر لوگ اس کا شکریہ ادا نہیں کرتے (۲/۲۴۳)۔ اس کی تاویلی حکمت بتائیے۔

ج : یہ بہت بڑا واقعہ دنیا بھر کے لوگوں پر اُس وقت گزرتا ہے جبکہ ہر زمانے میں انفرادی قیامت کا صور بجنے لگتا ہے، جس سے تمام آدمیوں کے نمائندہ ذرّات ڈر کے مارے خانہ ہائے ابدان سے نکل کر شخصِ قیامت میں داخل ہو جاتے ہیں، جس میں خدا ان کو نفسانی موت کا مزہ چکھاتا ہے، اور پھر ان کو زندہ کر دیتا ہے۔

س ۵ : قرآنِ کریم کی متعدد آیات میں لِقَاءُ اللّٰہ یعنی اللہ تبارک وتعالیٰ کی ملاقات کا ذکر فرمایا گیا ہے، اس سے کیا مراد ہے؟ آیا یہ ربُّ العالمین کا دیدارِ پاک ہے یا کوئی اور چیز؟ اگر یہ دیدار ہی کا تذکرہ ہے تو کسی دوسری آیت سے بھی شہادت پیش کریں۔ ج : پروردگارِ عالم کی ملاقات خود اس کا دیدارِ اقدس ہی ہے، جو صرف چشمِ بصیرت ہی سے ممکن ہے، اور ایسی آنکھ

اگر دنیا میں نہیں کھلتی ہے تو پھر آخرت میں خدا کا دیدار ناممکن ہے (۱/۴۲)
خداوندِ دو جہان کے دیدارِ اقدس کے ثبوت میں کئی آیات پیش کیجا سکتی ہیں،
تاہم ایک ہی آیۂ جامعہ ایسی ہے کہ اس کی روشنی میں حقیقت کُلّی طور پر روشن
ہو سکتی ہے، وہ آیۂ کریمہ یہ ہے:۔

وُجُوۡهٌ یَّوۡمَئِذٍ نَّاضِرَةٌ (۵/۲۲) اِلٰی رَبِّهَا نَاظِرَةٌ (۵/۲۳)

اُس روز کچھ چہرے تر و تازہ ہوں گے، اپنے ربّ کی طرف دیکھ رہے ہوں گے۔

س ۱۶: سات آسمان اور سات زمین کے بارے میں بتائیے کہ وہ کس طرح
ہیں؟ ج: اس کا جوابِ باصواب سُورۂ طلاق کے آخر میں موجود ہے،
وہ ارشاد یہ ہے: (ترجمہ) خدا ہی تو ہے جس نے سات آسمان پیدا کئے اور
انہیں کے برابر زمین کو بھی، ان کے درمیان امرِ الٰہی نازل ہوتا رہتا ہے۔
(۶۵/۱۲) یعنی چھ ناطق اور حضرتِ قائم علیہم السّلام عالمِ دین کے سات آسمان
ہیں، اور ان کے حجّت سات زمین، یہاں کا ہر آسمان خُدا کے امر سے متعلقہ
زمین کو رفتہ رفتہ آسمان اور اپنا جانشین بنا دیتا ہے، اسی طرح ہر چھوٹے
دَور میں سات امام سات آسمان اور ان کے سات حجّت سات زمین ہیں،
اور عالمِ شخصی کا روحانی نظام بھی ایسا ہی ہے، اور یہ سَبۡعُ الۡمَثَانِیۡ ہیں (۱۵/۸۷)
یعنی ایسی سات آیتیں جو دہرائی جاتی ہیں۔

س ۱۷: آپ کی کتابوں میں امام اور امامت کے بارے میں کافی معلومات
ملتی ہیں، لیکن خلیفہ اور خلافت کے باب میں چنداں تفصیلات نہیں ہیں، اب
یہاں پُوچھنا یہ ہے کہ، آیا منصبِ خلافت اور منصبِ امامت ایک ہی ہے

یا دو الگ الگ چیزیں ہیں؟ ج: باطنی خلافت دراصل امامت کا دوسرا نام ہے، ہم یوں بھی کہہ سکتے ہیں کہ خلافت یقیناً امامت ہی ہے، لیکن یہ لفظ اور قصہ قرآنِ پاک میں مرتبۂ امامت کے لئے حجاب کے طور پر آیا ہے، تاکہ امامِ زمان کی معرفت اوّلین و آخرین کے لئے سب سے بڑا امتحان ہو، چنانچہ آدمِ اوّل کی خلافت سے متعلق ربُّ العزت نے فرشتوں سے فرمایا کہ: اِنِّیْ جَاعِلٌ فِی الْاَرْضِ خَلِیْفَۃً۔ میں زمین میں (اپنا) ایک نائب بنانے والا ہوں (پ ۱/۲) یہاں زمین سے دنیائے انسانیت مراد ہے، اور خلیفہ یعنی خدا کے نائب میں امام کے معنی پوشیدہ ہیں، جس طرح حضرت آدم علیہ السّلام میں ان کی اولاد کی امامت مخفی تھی۔

س ۳: اس آیۂ مبارکہ کی حکمت بیان کیجئے: وَلَوْ نَشَآءُ لَجَعَلْنَا مِنْكُمْ مَّلٰٓئِكَةً فِی الْاَرْضِ یَخْلُفُوْنَ (۴۳/۶۰) اگر ہم چاہیں تو تم سے فرشتے پیدا کر دیں جو زمین میں جانشین بنیں۔

پہلی حکمت: یہ اشارہ آئمۂ طاہرین علیہم السّلام کی طرف ہے کیونکہ وہی حضرات مومنین میں سے ارضی فرشتے اور خلیفے ہیں، اور ان میں سے ہر ایک کا جثّۂ ابداعیہ بھی ہوتا ہے۔

دوسری حکمت، جب حقیقی مومنین علم و عبادت اور روحانی ترقی کے وسیلے سے "فنا فی الامام" کے درجۂ اعلیٰ پر فائز ہو جاتے ہیں تو ان کو بھی اللہ تعالیٰ ارضی فرشتے اور خلفاء بنا دیتا ہے (۲۴/۵۵)۔

تیسری حکمت، ہر شخص اپنی ذات میں بحدِ قوت ایک عالم

ہے، جس کی خلافت بشرطِ اطاعت خود اسی شخص کو مل سکتی ہے۔

چوتھی حکمت: اس کائنات کی بے پایان وسعتوں میں لاتعداد ستاروں کی دنیائیں اور لطیف مخلوقات ہیں، اور ان میں سے ہر ایک دنیا میں ایک بہشتی خلافت قائم ہو سکتی ہے۔

پانچویں حکمت: سب سے اعلیٰ آسمان عقلِ کُلّی ہے، اور سب سے وسیع زمین نفسِ کُلّی، اور اللہ وہ قادرِ مطلق ہے جو ہر آدمی کے عالمِ شخصی میں نفسِ کُلّی کو ظہور دے سکتا ہے، پس جو مومن "وجہ اللہ" میں فنا ہو جاتا ہے اس کو بفضلِ خدا زمینِ نفسِ کُلّی (ارض اللہ، ۲۹/۵۶، ۳۹/۱۰) کی خلافت و سلطنت عطا ہو جاتی ہے۔

س۹: عالمِ ظاہر کے اعتبار سے نہیں بلکہ عالمِ شخصی کے تناظر سے اس حدیثِ قدسی کے بھیدوں کو اُجاگر کریں: کنت کنزاً مخفیاً فاحببت ان اُعرف فخلقت الخلق۔ میں ایک پوشیدہ خزانہ تھا، سو میں نے چاہا کہ میری پہچان ہو تو میں نے خلق کو پیدا کیا۔ جب تک مومنِ سالک کی رُوحانی ترقی نامکمل اور عالمِ شخصی ناتمام ہو، تب تک ذاتی لحاظ سے (یعنی اس کے حق میں) خدا ایک پوشیدہ خزانہ ہوتا ہے، لیکن جب حضرتِ ربّ اپنی معرفت کی لازوال دولت سے اس مومن کو مالا مال کر دینا چاہتا ہے، اور عالمِ شخصی کی رُوحانی اور عقلانی ترقی کی صورت میں اُسے اسرارِ ازل تک پہنچا دیتا ہے تو اس وقت یہ خزانۂ خداوندی اس مومنِ سالک ہی کا ہو جاتا ہے، یاد رہے کہ مذکورہ تخلیق دفعۃً نہیں بلکہ ہمیشہ ہے

اور وہ ہر انسانِ کامل کی رُوحانی اور عقلانی پیدائش ہے، اس لئے آپ اس کو تجدّد بھی کہہ سکتے ہیں۔

س ١٠ : آپ نے اپنی تحریروں میں بار بار جسمِ لطیف کا تذکرہ کیا ہے، جس کے تمام تر حوالے قرآنِ کریم سے دئے ہیں، سو یہاں پوچھنا یہ ہے کہ آیا حدیثِ شریف میں بھی کوئی ایسا تذکرہ یا اشارہ موجود ہے؟ ج : جی ہاں! حدیثِ نبوی میں بھی واضح طور پر جُثّۂ ابداعیہ کا ذکر آیا ہے، اور وہ پُرحکمت ارشاد یہ ہے : رَأَيْتُ جَعْفَرًا لَهُ جَنَاحَانِ فِي الْجَنَّةِ ۔ میں نے جعفر کو دیکھا بہشت میں اس کے دو بازو ہیں۔ یعنی وہ جسمِ لطیف میں جنّت کی زندگی گزار رہا ہے، اور وہ جب جب چاہے تو ذکر و عبادت کے دو بازوؤں سے پرواز بھی کرتا ہے، چنانچہ جعفر بن ابُوطالب کا نام تاریخِ اسلام میں جعفرِ طیّار مشہور ہوا۔

س ١١ : یہ سُورۂ فاطر کی پہلی آیت (٣٥/١) کا ترجمہ ہے : تعریف اللہ ہی کے لئے ہے جو آسمانوں اور زمین کا بنانے والا اور فرشتوں کو پیغام رسان مقرر کرنے والا ہے، (ایسے فرشتے) جن کے دو دو اور تین تین اور چار چار بازو ہیں (٣٥/١) یہاں یہ سوال ہے کہ فرشتے کس شکل کے ہوتے ہیں؟ اور ان کے بازو (پر) کہاں اور کیسے ہوتے ہیں؟ آیا وہ پرندوں کی طرح ہیں؟

ج : فرشتہ درحقیقت آدمی کی ترقی یافتہ صورت ہے، اس لئے وہ ایک انتہائی حسین و جمیل انسان ہی کی طرح ہوتا ہے، اور اس کے بازو جو اللہ کے بزرگ اسماء ہیں، باطن میں پوشیدہ ہوتے ہیں، آپ قرآنِ حکیم میں اس حقیقت کو

دیکھ سکتے ہیں، کہ جب فرشتے حضرت ابراہیم علیہ السّلام کے پاس آئے (۱۱/۶۹، ۵۱/۲۴) اور جس وقت حضرت لُوط علیہ السّلام کے پاس گئے (۱۱ : ۷۷ - ۸۱) تو وہ انسانوں کی صُورت میں تھے، نیز جہاں حضرتِ مریم علیہا السّلام کے پاس رُوح القدس کا ظہور ہوا (۱۹ : ۱۷) وہاں بھی وہ فرشتہ ایک مکمل آدمی ہی کی طرح تھا۔

انسان اپنی مجموعی ہستی میں کثیف بھی ہے اور لطیف بھی، پس وہ اپنی کثافت میں بشر اور لطافت میں فرشتہ ہے، پھر خوشخبری ہے ان مومنین و مومنات کے لئے جو اپنے باطن میں علم و عبادت کے بازوؤں سے عالمِ علوی کی طرف پرواز کر جانے کی صلاحیت رکھتے ہیں، انشاء اللہ تعالےٰ وہ ایک دن اپنے رفیقِ اعلیٰ (انائے عُلوی) کو دیکھیں گے، جو فرشتۂ اعظم اور سب کچھ ہے، الحمدُ لِلّٰہ ربّ العٰلمین۔

ن۔ن۔ (حُبِّ علی) ہونزائی

کراچی

اتوار ۱۴، شوال ۱۴۱۴ھ / ۲۷ مارچ ۱۹۹۴ء

امامِ مبینؑ کا علمی معجزہ

حضرتِ امامِ زمان صلواۃ اللہ علیہ وسلامہ کا نورِ اقدس ہی تمام علمی و عرفانی کرامات و معجزات کا اصل سرچشمہ ہے، لہٰذا جُملہ مومنین و مومنات کے لئے یہ امر ازبس ضروری ولازمی ہے کہ وہ رُوحانی اور عقلی معجزات سے پہلے علم الیقین کے درجات میں معجزانہ علم کو پہچانتے ہوئے حاصل کریں، وہ اسے حقیقی علم کے عنوان سے قبول کریں، اور عقل و دانش کی کسوٹی سے لوگوں کی علمی باتوں کو پرکھ لیں کہ خاص بات کون سی ہے اور عام بات کون سی ؟

عقل و دانش کی کسوٹی بھی حقیقی علم ہی میں مہارت حاصل کر لینے کا نام ہے، چنانچہ ہوشمند مومنین ذکر و عبادت اور عاجزی کی بنیاد پر ہر وقت علم الیقین کی روشنی سے مستنیر ہوتے رہتے ہیں، یہاں تک کہ وہ اس میں درجۂ کمال حاصل کر لیتے ہیں، اور پھر انشاء اللہ، عین الیقین کی منزل آتی ہے، جس میں ایک ساتھ بے شمار برکتیں ہیں۔

ڈاکٹروں کی پُرخلوص خدمات :

یہ سچ ہے کہ اس وقت کہن سالی کی وجہ سے مجھے بعض چھوٹی بڑی بیماریوں سے دوچار ہونا پڑتا ہے، ایسے میں ڈاکٹروں کی مَدد بے حد ضروری ہوتی ہے، پس مجھے خداوندِ قدوس کی اس خاص نعمت پر بھی بہت زیادہ شکر

کرنا چاہیئے کہ اس کریم کارساز نے ہمیں کئی مخلص، مہربان اور فرشتے جیسے ڈاکٹروں کی آنریری خدمات سے نوازا ہے، ان خوش خصال ڈاکٹروں کے اسمائے گرامی یہ ہیں :-

جناب ڈاکٹر رفیق جنت علی، ان کی بیگم محترمہ ڈاکٹر شاہ سلطانہ، محترمہ ڈاکٹر نذیرہ حسین علی (مرحوم) محترمہ ڈاکٹر نیلوفر بابر خان، محترمہ ہیڈ نرس رُوبینہ بردولیا، اور محترمہ ہیڈ نرس عشرت (رومی) ظہیر لالانی۔

میں صدر فتح علی حبیب اور صدر محمد عبد العزیز سے گزارش کرتا ہوں کہ وہ براہِ مہربانی اعترافِ خدمت کے یہ چند کلمات "بورڈ آف میڈیکل ایڈوائزرز اینڈ پیٹرنز" کے اعزاز میں پڑھائیں۔

نوٹ: یکم جنوری ۱۹۹۴ء سے ریکارڈ آفیسر روبینہ بردولیا، اور ریکارڈ آفیسر عشرت رومی (ظہیر لالانی) مذکورہ بورڈ میں شامل کی گئی ہیں، ان کو یہ منصب مبارک ہو!

ن. ن. (حُبِّ علی) ہونزائی
ذوالفقار آباد۔ گلگت
۹۴ / ۳ / ۲

گور خیز تھا یا جن؟

کتاب "قرآنی مینار" ص ۲۶۱ - ۲۶۲ پر ملاحظہ ہو، جہاں ایک گور خیز کا قصہ مرقوم ہے، میں نے سُنا تھا کہ سریقول میں بھی ایک ایسا واقعہ ہو گزرا ہے، پس میں نے اس کے بارے میں جناب قربان علی خان صاحب سے پوچھا تو انہوں نے ازراہِ کرم اس کا تفصیلی قصہ لکھ کر دیا، جس کا خلاصہ حسبِ ذیل ہے:-

۱۹۴۷ء کا ایک بڑا عجیب و غریب اور نہایت حیران کن واقعہ ہے، کہ تاشغورغان میں قرغز قوم کا ایک آدمی بیبت کے نام سے رہتا تھا جو بائیں پاؤں سے لنگڑا ہونے کے باوجود برٹش کونسل کی ڈاک رسانی کی ملازمت کر رہا تھا، جس کا کام تھا ایک پڑاؤ میں ڈاک لاتا لے جاتا، مجھے یاد ہے کہ یہ شخص ماہِ مارچ ۱۹۴۷ء میں فوت ہو گیا، لیکن بڑی حیرت انگیز بات تو یہ ہے کہ تدفین کے تیسرے دن سے مرا ہوا بیبت کفن کے ساتھ بوقتِ شب بعض لوگوں کے گھروں میں آکر کھڑا ہونے لگا، لوگ اس کو پہچانتے تھے، اور کچھ پوچھتے تھے، مگر وہ کوئی بات ہی نہ کرتا اور خاموشی سے واپس چلا جاتا، اسی طرح تین چار دن تک یہ خوفناک واقعہ ہوتا رہا، آخر کار وہاں کے لوگوں نے اس کی قبر پہ جا کر دیکھا، تو قبر حسبِ دستور بند ہی تھی، پھر بھی انہوں نے بغرضِ تحقیق قبر کو کھول کر دیکھا تو بیبت کا مُردہ جسم اسی طرح پڑا ہوا تھا، مگر انہوں نے صرف اتنا دیکھا کہ اسکا ایک پاؤں دُوسرے

پاؤں پر رکھا ہوا تھا۔

بڑی عجیب و غریب بات ہے کہ ان لوگوں نے یا تو سزا کے طور پر یا چلنے پھرنے سے روک دینے کی غرض سے مُردے کی ٹانگوں اور پیروں کو کلہاڑی سے کاٹ کاٹ کر رکھ دیا، سمجھ میں نہیں آتا کہ یہ کہاں کی بات ہے۔

جنّی شیطان کسی کو دو طرح سے گمراہ کر سکتا ہے: ایک دل میں وسوسہ ڈال کر، اور دوسرا خود سامنے حاضر ہو کر، جیسا کہ سُورۂ مومنون (۲۳ / ۹۷-۹۸) میں ارشاد ہے: (ترجمہ) اور دعا کرو کہ پروردگار! میں شیاطین کی اکساہٹوں سے تیری پناہ مانگتا ہوں، اور اے میرے ربّ! میں اس سے بھی تیری پناہ مانگتا ہوں کہ وہ میرے پاس حاضر ہو جائیں۔ پس اس قرآنی تعلیم سے ظاہر ہے کہ شیطانِ جنّی لوگوں کے سامنے حاضر بھی ہو سکتا ہے، اس کا مطلب یہ ہوا کہ جس طرح بُری رُوح جسمِ لطیف میں حاضر ہو سکتی ہے اسی طرح اچھّی روح بھی جسمِ لطیف میں سامنے آ سکتی ہے۔

۲۶ / ۷ / ۹۴

Institute for Spiritual Wisdom and Luminous Science
Knowledge for a united humanity

جدید طریقِ انتساب

قسط - ۲

۴۱۔ تینوں اسماء بڑے پیارے:

ادارۂ عارف امریکا کے سعادت مند نائب الصدر حسن (سابق کاڈیا) ان کی نیک بخت بیگم محترمہ کریمہ (سابقہ کاڈیانی) جو علّامہ نصیر ہونزائی کی پرسنل سیکریٹری برائے امریکا ہیں، اور ان کے قرّۃ العین لٹل اینجل سلمان تینوں کے اسماء بڑے پیارے ہیں، کیونکہ یہ نام اہلِ بیتِ اطہار علیہم السّلام کے مبارک اسماء میں سے بطورِ تبرّک لئے گئے ہیں، پس مونوریالٹی کی خاص دعا ہے کہ یہ عزیزان، ان کے خاندان، آباء و اجداد اور آئندہ نسلیں امامِ برحقؑ کی لازوال علمی دولت سے مالا مال ہو جائیں! آمین!!

نصیر الدّین نصیرؔ ہونزائی

کراچی

۱۰/۱/۹۴

۴۲۔ ایک پیارا سا علمی گھرانا:

ہر ایسا نیک بخت خاندان "علمی گھرانا" کہلانے کا مستحق ہو سکتا ہے جو

حقیقی علم سے آراستہ ہو کر حضرتِ امامِ اقدس و اطہر علیہ السّلام کی پیاری جماعت کی علمی خدمت کر رہا ہو، خدا کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ اس کی عمدہ مثالیں مل رہی ہیں، جیسے امریکا میں ہمارے بہت ہی عزیز دوست نور علی ماجی کا "پیارا سا علمی گھرانا" جس میں ان کی فرشتہ خصال بیگم محترمہ یاسمین ریکارڈ آفیسر مرکز کی طرح کام کر رہی ہیں، دونوں کا سرو قد (خوش قامت) بیٹا نادر علی ایڈوائزر اور دخترِ نیک اختر نسرین علم و ہنر اور خدمت کے میدان میں ترقی کر رہے ہیں، بڑی خوشی کی بات ہے کہ اس معزّز فیملی نے مخلص اور قدردان ممبروں کے اضافے سے بھی "یاسمین نور علی برانچ" کو نیک نام بنا لیا ہے۔

ن۔ن۔ (حُبِّ علی) ہونزائی

کراچی

اتوار ۲۔ رمضان المبارک ۱۴۱۴ھ / ۱۳۔ فروری ۱۹۹۴ء

۴۳۔ علمی خدمت کی ایک جدید مثال:

جن لوگوں کی نیک بخت اور پاکیزہ روحیں ہمیشہ مولائے برحق کے دریائے عشق میں مستغرق رہتی ہیں، ان کو یقیناً نیک توفیقات اور نورانی ہدایات کی نوازشات ہوتی رہتی ہیں، چنانچہ عزیزہ انم ظہیر لالانی، عشرت رُومی، اور رُوبینہ برولیا، تینوں ریکارڈ آفیسرز نے اس علمی دسترخوان کے بچھانے میں اُس وقت بھرپور تعاون کیا جبکہ جمعہ ۴ فروری ۱۹۹۴ء کو عشرت رومی ظہیر لالانی کے نکاح میں آئیں، یہ (کتاب) گویا اس مبارک شادی کے موقع پر بچھایا ہوا اعلیٰ، اور

عمدہ نعمتوں کا ایک دائمی دسترخوان ہے، اسی معنی میں کہا گیا کہ "یہ علمی خدمت کی ایک جدید مثال" ہے، پس ہماری عاجزانہ دُعا ہے کہ ربِّ کریم نورِ علم کی روشنی پھیلانے والے تمام عزیزوں کو دین و دُنیا میں جزائے خیر سے نوازے!

آمین!!

ن۔ن۔ (حُبِّ علی) ہونزائی

کراچی

۹۴ / ۲ / ۲۲

۴۴۔ مونوریالٹی:

اُیُم دِشن ئیڈ با ایلیے سِس اِیُون ببربان

ازلے ببربم جوُن ابدے ببر بُٹ اُیَم

ترجمہ: میں نے ایک اعلیٰ مقام کو دیکھا ہے، جہاں سارے لوگ یکسان اور برابر ہیں، جس طرح ازل میں سب برابر اور ایک تھے، اسی طرح ابد میں بھی تمام انسانوں کا مُساواتِ رحمانی (ایک حقیقت = مونوریالٹی) کے تحت ایک ہو جانا زبردست مزے کی بات ہے (بہشتے اسقرک)۔

جناب نورالدین راجپاری سابق صدر ادارۂ عارف امریکا برانچ ہمارے خاص دوستوں میں سے ہیں، آپ عرصۂ دراز سے حقیقی علم کی روشنی پھیلا رہے ہیں، ان کو یکم اگست ۱۹۹۳ء سے مزید ترقی دے کر ریسرچ انچارج کا عہدہ دیا گیا ہے، نورُالدّین راجپاری نہ صرف امریکا میں جماعت کی علمی خدمت

انجام دے رہے ہیں بلکہ ان کی خدمت کا دائرہ رفتہ رفتہ وسیع تر ہو رہا ہے آپ کو ہونور یا لٹی کا ہر مضمون بیحد پسند ہے ، دُعا ہے کہ خداوند عالم ان کے علم کو دن دُگنی رات چوگنی ترقّی دے ! آمین !!

ن ۔ ن ۔ (حُبِّ علی) ہونزائی

کراچی

۹۴ / ۲ / ۲۳

۴۵ ۔ خزینۂ خزائن کیا ہے ؟:

اس سوال کا جواب صرف ایک ہی ہے ، مگر مثالیں الگ الگ ہیں ، جیسے خزینۂ خزائن ایک زندہ کتاب ہے (۲۹/۴۵) وہ لوحِ محفوظ ہے (۳۶/۱۲) وہی امامِ مبین ہے (۳۶/۱۲) وہ حظیرۃ القدس ہے ، وہ بہشت ہے ، وہ مرتبۂ عقل ہے ، وہ مقامِ ازل و ابد ہے ، وہ منزلِ فنا ہے ، وہ معراجِ عقلانی ہے ، وہ عرشِ اعلیٰ ہے ، وہ کرسئ خدا ہے ، وہ اللہ کا نورانی گھر ہے ، وہ نفسِ واحدہ ہے ، وہ آدمِ زمان ہے ، وغیرہ ۔

میں علم کا یہ صندوقچہ جس میں حکمت کی کلیدیں ہیں ، جناب انور راجپاری اور ان کی نیک بخت فیملی کی خدمت میں پیش کرتا ہوں ، انشاء اللہ یہ قیمتی تحفہ ان کے حق میں مفید ثابت ہوگا ، آمین !

ن ۔ ن ۔ (حُبِّ علی) ہونزائی

کراچی

۹۴ / ۲ / ۲۴

۴۶۔ وحدتِ ارواح یا اضافی روحیں:

ازل میں ارواحِ خلائق کی جیسی وحدت وسالمیت تھی، ویسی ہی یگانگت ابد میں بھی ہونے والی ہے، "یہ رازِ رضوان" ہے، یعنی دوزخ اور بہشت سے بھی عظیم بھید ہے، میں یہ بات قرآن اور روحانیت کی روشنی میں کر رہا ہوں کہ مذکورہ وحدت کے لئے لوگ یا تو خوشی سے ایک ہو جائیں گے، یا زبردستی سے ایک کئے جائیں گے، مگر یہ بہت بڑا کام ایک دن میں کیسے ہو سکتا ہے، چنانچہ ضروری ہے کہ سب سے پہلے قریب والے ایک ہو جائیں، پس اس حقیقت کی روشنی میں ہم کہہ سکتے ہیں کہ ہر عالمِ شخصی میں مولا ہی مرکزِ وحدت ہے، اور ہم سب ایک دُوسرے کی اضافی روحیں ہیں، مثلاً آپ سب میرے اضافی نفوس ہیں، یہ تمام باتیں آپ کے حق میں علم الیقین کے مقام پر ہیں، اور اگر ہم میں سے کوئی فرد ہمّت سے کام لے تو وہ بڑی خوشی سے نہ صرف عین الیقین کی ہر چیز کو دیکھ سکتا ہے، بلکہ حق الیقین سے بھی تمام حقیقتوں کا مشاہدہ کر سکتا ہے۔

میں یہ انمول موتیوں کا لازوال تحفہ جناب عزیز راجپاری اور ان کے خاندان کو پیش کرتا ہوں، کیونکہ آپ علم کے بڑے قدردان ہیں۔ الحمدُللہ!

ن۔ ن۔ (حُبّ علی) ہونزائی

کراچی

۹۴ / ۲ / ۲۴

۴۷۔ خدمتِ قرآن اور حکمتِ قرآن :

اللہ تعالےٰ جس کو چاہتا ہے حکمت عطا کرتا ہے، اور جسکو حکمت عطا کی گئی، اسے خوبیوں کی بڑی دولت ہاتھ لگی، اور عقلمندوں کے سوا کوئی نصیحت مانتا ہی نہیں (۲/۲۶۹) یُؤتِی الحِکمَۃ = وہ حکمت دیتا ہے۔ دینے کا تعلق یدُاللہ سے ہے، اور اس کا مشاہدہ مرتبۂ عقل پر، جہاں بے شمار حقائق و معارف مرکوز ہیں، وہاں المثل الاعلیٰ (۱۶/۶۰) بھی ہے، جس میں وہ تمام مثالیں جمع ہیں، جو قرآنِ حکیم میں بیان کی گئی ہیں۔

اب خدمتِ قرآن کی بات کرتے ہیں، اور یہ شروع سے لیکر اب تک ایک وسیع کائنات ہے، جس میں ہر گونہ خدمت کی گنجائش ہے، اور اس میں ہمیں اور ہمارے عزیز ساتھیوں کو "حکمتِ قرآن" کی خدمت سونپی گئی ہے، زہے نصیب !

سدا بہار پھولوں کا یہ گلدستہ میں صدر فتح علی حبیب، صدر محمد عبد العزیز، صدر بابر خان، دیگر عملداران، اور تمام ارکان کی جانب سے عزیزم نوشاد پنجوانی کو پیش کرتا ہوں، قبول ہو! میرے بہت ہی عزیز جانی دوست، میرے دل کے مکین، اور میرے بہت پیارے سٹوڈنٹ نوشاد کی (انشاءاللہ تعالیٰ) بہت ترقی ہوگی، ان کا پہلا انتساب "مفتاح الحکمت" میں دیکھیں۔

ن۔ ن۔ (حُبِّ علی) ہونزائی

کراچی

۲۴ / ۲ / ۹۴

ادارۂ عارف امریکہ برانچ
کے عملداران

۱۔ جناب نورالدّین راجپاری، ایسٹ اینڈ ویسٹ ریسرچ انچارج۔

۲۔ جناب شمسُ الدّین جمعہ صدر۔

۳۔ ان کی بیگم محترمہ کریمہ سیکریٹری۔

۴۔ جناب حسن (سابق کاڈیا) نائب صدر۔

۵۔ ان کی بیگم محترمہ کریمہ (سابقہ کاڈیانی) پرسنل سیکریٹری برائے علاّمہ نصیر۔

۶۔ جناب اکبر اے۔ علی بھائی چیف ایڈوائزر۔

۷۔ ان کی بیگم محترمہ شمسہ ریکارڈ آفیسر۔

۸۔ جناب بدرُالدّین نورعلی ایڈوائزر۔

۹۔ ان کی بیگم محترمہ ماہِ محل سیکریٹری "اوِر برانچ"۔

۱۰۔ محترمہ یاسمین نورعلی ریکارڈ آفیسر "اوِر برانچ"۔

۱۱۔ جناب نادرعلی نورعلی ایڈوائزر۔

۱۲۔ جناب عزیزہ راجپاری ایڈوائزر "اوِر برانچ"۔

۱۳۔ جناب عبدالمجید پنجوانی اور محترمہ زینت کے فرزندِ ارجمند جناب عزیز ریکارڈ آفیسر

۱۴- محترمہ سرینہ شفین (صدرُ الدین ، ولی محمد) "براپخ"

بہشت کے پھولوں کا تصوّر :

گلہائے جنت کیسے ہوں گے؟ بڑے عجیب وغریب قسم کے ہوں گے ان کو صرف سدابہار پھول کہنا کافی نہیں، وہ جان وعقل کی لازوال دولت سے مالامال ہیں، کیونکہ بہشت کی ہر چیز زندہ اور گویندہ ہوا کرتی ہے، اس لئے بہشت کے پھول گوناگون تجلّیوں کے اوصاف وکمالات میں بے مثال ہیں، یعنی وہاں کا ہر پھول ہزار ہا پھولوں کے جلوے دکھاتا ہے، چونکہ بہشت عالمِ اَمر ہے، جو عالمِ خلق کے برعکس ہے، اور "امر" کا یہ خاصہ ہے کہ ہر وہ چیز جو اس (ارادۂ کُن) کے تحت ہو چشم زدن میں حاضر ہو جاتی ہے، اور پلک جھپکنے میں غائب ہو جاتی ہے، اسی طرح ایک ہی شے کی بے شمار تجلیات ہوا کرتی ہیں، اور یہ سب کچھ باری تعالیٰ کے امر سے ہوتا ہے، الحمد للہ، مومنین ومومنات کے لئے علم الیقین اور رُوحانیت میں بہشت کی شناخت رکھی ہوئی ہے۔

یہ گویا بہشت کے حسین پھولوں کا ایک بہت ہی خوبصورت گلدستہ ہے، جو ہمارے تمام ساتھیوں کو "جشنِ خدمتِ علمی" کے موقع پر پیش ہو رہا ہے، ویسے تو ہر ایمانی روح عالمِ شخصی کی بہشتِ برین ہے، اور جنت جو باغ کے معنی میں ہے، اس میں ہر قسم کے درختوں اور ہر طرح کے پھولوں کیساتھ سب کچھ ہے۔

ن۔ ن۔ (حُبِّ علی) ہونزائی۔ کراچی

جمعہ ۳، ذیقعدہ ۱۴۱۴ھ / ۱۵، اپریل ۱۹۹۴ء

No.D.416-FEA/53.
Government of Pakistan,
Ministry of Foreign Affairs and
Commonwealth Relations.

Karachi, the 6th February, 1953.

MEMORANDUM

With reference to his letter dated the 7th January, 1953, handed over personally to Lt. Col., Mohd Sadiq Pakistan's ex-Consulate General, Kashgar, regarding the whereabouts of his son Nasir Din, Mr. Hube Ali is informed that his son is believed to be now living at Yarkand. The question of his repatriation at his own cost has been taken up with the Embassy of Pakistan, Peking and he will be kept posted of further developments in due course.

Encl.Nil.

Sd/-
(Ahmad Ali)
for Secretary to the Government of Pakistan.

To

Mr. Hube Ali,
C/O Mir Sahib of Hunza,
Hunza State, Gilgit Agency.

A-4-2-3cs

ISW LS
Institute for Spiritual Wisdom and Luminous Science
Knowledge for a united humanity

ادارۂ خانۂ حکمت